نقوش راہ دکھاتے چلو زمانے کو
قدم قدم پہ مسافر پریشاں بیٹھے ہیں

ماہنامہ نقوش راہ

May - June, 2020

- تحریکی فہم و شعور سے انحراف
- روزہ اور محاسبۂ نفس
- حضرت امام مہدی

مسئلہ فلسطین اور صدی کا امریکی ظلم

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ "إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ بَعَثَ اللهُ تَعَالَى إِلَيْهِ مَلَكَيْنِ فَقَالَ انْظُرَا مَاذَا يَقُولُ لِعُوَّادِهِ. فَإِنْ هُوَ - إِذَا جَاءُوهُ - حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ رَفَعَا ذَلِكَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ - وَهُوَ أَعْلَمُ - فَيَقُولُ لِعَبْدِي عَلَيَّ إِنْ تَوَفَّيْتُهُ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَإِنْ أَنَا شَفَيْتُهُ أَنْ أُبْدِلَ لَهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ وَدَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ وَأَنْ أُكَفِّرَ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ"

(باب ما جاء فی اجر المریض، کتاب العین، موطا امام مالك).

حضرت عطاء ابن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کی طرف دو فرشتے بھیج کر کہتا ہے کہ جا کر دیکھو کہ جب تیماردار اس (بیمار بندے) کے پاس آتے ہیں تو وہ کیا کہتا ہے۔ چناں چہ اگر وہ اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے واپس جا کر اللہ تعالی کو (اس کی یہ صفت) بتاتے ہیں حالاں کہ اللہ خوب جان رہا ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے کا مجھ پر یہ حق ہے کہ اگر اسے وفات دوں تو جنت میں داخل کروں اور اگر اسے شفاء دوں تو اسے پہلے سے بہتر گوشت اور خون عطا کر دوں اور اس کے گناہوں کو معاف کر دوں۔

ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے۔(القرآن)

ماہنامہ

نقوشِ راہ

مئی وجون 2020، رمضان المبارک رشوال ۱۴۴۱ھ

جلد:03 شمارہ:4

اسلامک یوتھ فیڈریشن (IYF) کا ترجمان

فہرست مضامین

اداریہ	ڈاکٹر محمد وجیہ القمر	04
درسِ قرآن:	ابن مظفر	05
درسِ حدیث:	اکمل فلاحی	09
تحریکی فہم وشعور سے انحراف	مصطفیٰ مشہورؒ	10
روزہ اور محاسبۂ نفس	محمد اسامہ عظیم	14
روزہ کے احکام وآداب کی حکمتیں	خرم مرادؒ	17
روزہ اور ترکِ گناہ	اشرف علی تھانویؒ	21
مسئلہ فلسطین اور صدی کا امریکی ظلم	افتخار گیلانی	23
حضرت امام مہدی	محمد طالب جلال ندوی	27
گوشۂ خواتین: اسماء البلتاجی	اسما بتول فلاحی	31
گوشۂ اطفال: لاک ڈاؤن۔ رمضان	ابوالفیض	34
ثقافت کی تلاش	نسیم حجازی	36
اقبالیات	ابن سلطان	40
'فیڈریشن ریلیف ورک' رپورٹ		41

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد وجیہ القمر

ایڈیٹر

منہاج الاسلام فلاحی

معاون ایڈیٹر

جاوید مومن

مجلس ادارت

- ڈاکٹر محمد مبشر
- محمد جمیل
- معاذ احمد جاوید
- سید ریحان
- اُسامہ عظیم فلاحی
- عمار احسن ندوی

سرکولیشن منیجر

شیخ عمران

زرتعاون

فی شمارہ:-/20

سالانہ:-/220

Current A/c Name : Nukush E Rah
A/c No.: 9650 2011 0000 482
Bank of India - Akola Branch
IFSC : BKID0009650

Printer, Publisher and Owned by Shaikh Nisar Shaikh Chand Printerd at Super Printing Press,
Telipur Chowk, Akola, Published at 1st Floor, Opposite Basera Aprartment, Subhash Chowk, Akola.-444001
Editor: Shaikh Nisar Shaikh Chand

اداریہ

اللہ کے صادق ومصدوق رسول ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ان کی امت یعنی ُامت محمدیہ‘ کو ہی دجال سے سابقہ پیش آنے والا ہے۔اور زمانہ جیسے جیسے گزرتا جارہا ہے، یقیناً دجال کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے۔آپ ﷺ، صحابہ کرام، اولیاء اللہ اور صالحین دجال کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے مستقل دعا وعملی تدبیر کرتے رہے ہیں۔ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔مہدی علیہ السلام اور دجال کی لڑائی دراصل ُایمان ومادیت‘ کی لڑائی ہے۔ایک طرف ایمان ہوگا، صالحیت وروحانیت ہوگی تو دوسری طرف مادیت، شیطنت اور خباثت ہوگی۔ایمان جن کے پاس ہوگا وہ اس کا مقابلہ کرسکیں گے اور نفاق کے جو شکار ہوں گے وہ خوف کھاکر دجال یا کفر کے خیمے میں چلے جائیں گے۔جس طرح ُجہاد‘ مؤمن اور منافق کے درمیان واضح تفریق کردیتا ہے ویسے ہی ُظہور مہدیؑ‘ سے مؤمن اور منافق کے درمیان واضح تفریق ہوجائے گی۔

کورونا کی بیماری کے ظاہر ہوتے ہی مسلمانوں کی اکثریت نے ُاحتیاط‘ کے نام پر اپنے اسلام، اسلامی اخلاقیات مثلاً ملاقات ومصافحہ اور اسلامی شعائر مثلاً نماز ومسجد سے جس طرح لاتعلقی اور بے زاری کا اظہار کیا وہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں بھی ُایمان‘ کے بجائے ُمادیت‘ اور ُپائیدار دین‘ کے مقابلے میں ُبار بار بدلنے والی سائنس‘ کو ترجیح دینے اور خریدنے والوں کی کثرت ہوگئی ہے۔اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔آمین!

کوروناوائرس، اس سے ہونے والی بیماری اور اس کے علاج وحفظ ماتقدم (Prevention) کے بارے میں ُمادیت‘ کو ہی سب کچھ ماننے والی سائنس بالخصوص میڈیکل سائنس کے جادوگروں اور ان کے اندھ بھکت دانش وران کی آراء وتحقیقات نیز سیاسی بازی گروں کے اقدامات کا سرسری جائزہ لیں تو آپ پر واضح ہوجائے گا کہ یہاں ُکچھ‘ ہی باتیں صحیح ہیں ورنہ اکثر جھوٹ، اوہام، شکوک وشبہات، تضادات اور غیر انسانی اخلاقیات سے پُر ہیں۔اگر یہ بیماری ہے اور وبا کی شکل اختیار کرچکی ہے تو ُاہل ایمان‘ کے لئے آزمائش اور ُاہل کفر ونفاق‘ کے لئے عذاب ہے۔اہل ایمان کا کام تھا کہ وہ توبہ واستغفار کرتے اور مسلمانوں کو اس کی تلقین کرتے نیز کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کو اس موقع سے توحید کی دعوت دیتے، آخرت کا خوف دلاتے، قرآن کے پیغام کو واضح انداز میں پیش کرکے ان کی تذکیر کرتے اور عذاب الٰہی کا خوف دلاتے، وضو، نماز اور مسجد کے طاہر ومطہّر اور صالح ومصلح نظام سے عملی طور پر واقف کراتے، صحت ومرض اور احتیاط وعلاج کے سلسلے میں اسلام کے تصور کو واضح کرکے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے۔۔۔لیکن۔۔۔اہل قبلہ خود اپنا قبلہ بُھلا بیٹھے، بیماری کے وہم اور موت کے خوف میں مبتلا ہوکر گھروں میں دُبک گئے، مسجدوں کو ویران کرگئے، اعلیٰ اسلامی اخلاقیات کو ترک کرنا اپنی چند روزہ فانی زندگی کے لیے لازم ٹھہرا گئے اور ذلت وپستی کے گڑھے میں یہاں تک گر گئے کہ نزلہ، زکام، کھانسی اور بخار میں مبتلا لوگوں کو اچھوت اور موت کا سبب سمجھنے لگے اور جس کی موت اس بیماری سے ہوئی اس کی تکفین تو بہت دور کی بات ہے، اس کو دفن کرنے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے جیسے فرض کفایہ سے بھی اپنے کو فارغ کر بیٹھے۔یہ سب دراصل اس وجہ سے ہوا یا ہو رہا ہے کہ مادیت ہمارے ذہن ودل میں اپنا پنجہ بہت مضبوطی سے گاڑ بیٹھی ہے اور ایمان ہمارے دلوں سے نکل گیا ہے۔یہ دراصل سائنس کی مذہب پر ُجھوٹی جیت‘ ہے۔پہلے مذہب ہی سب کچھ تھا، پھر سائنس سے مقابلہ ہوا تو سائنس والوں کو سزائیں دی گئیں لیکن سائنس نے اس چیلنج کو قبول کیا اور دھیرے دھیرے آگے بڑھتی رہی اور اب اس نے یہاں تک اپنا پیَر پسار لیا کہ وہ ہر مذہب اور مذہبی قائد کو ُنا کام بَونا‘ ثابت کرنے کی بارہا کوشش کرتی رہتی ہے۔کورونا کی وبا نے یہ ثابت کردیا کہ میڈیکل سائنس اس سلسلے میں مکمل طور پر Fail ہوچکی ہے، اس کی اکثر تحقیقات ناکام ہوگئی ہیں لیکن دوسرے مذاہب والوں کی بات نہ کرکے اگر ہم صرف موجودہ مسلمانوں کی بات کریں تو وہ انتہائی چھوٹے سے وائرس سے ُہاری ہوئی سائنس‘ کو ہی اپنا ُلیڈر‘ مانے ہوئے ہیں اور اس کی طرف سے آنے والے ہر ُحکم‘ کو سر آنکھوں پر لئے ہوئے ہیں۔سائنس تو فیل ہوئی ہی، سیاست ومعیشت بھی فیل ہوگئی۔تاجروں، مزدوروں اور غریبوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس پر شاہد ہے۔

ان حالات میں ہمیں چاہئے کہ ہم فتنۂ دجال اور کفر ونفاق سے حفاظت کی دعا کا پابندی سے اہتمام کریں، کافرین ومنافقین کی اطاعت سے سخت انکار کریں، صحابہ جیسی قناعت، زہد اور توکل کی زندگی گزاریں، بخل اور فضول خرچی سے از حد بچیں، قرآن سے جڑیں اور عوام کو جوڑیں، سورہ کہف کی تلاوت ومطالعہ کے ساتھ احادیث کی کتاب الفتن کا مطالعہ کریں، دو وقت کی روٹی کے لئے کوئی نافع آزاد پیشہ اختیار کریں، صحت کا خیال رکھیں اور جسمانی لحاظ سے اپنے آپ کو طاقت ور بنائیں، کورونا میں مبتلا مریضوں کی عیادت کا خاص خیال رکھیں اور اس کی وجہ سے شہید ہونے والے بھائیوں کی تکفین وتدفین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں، میڈیکل سائنس اور موجودہ ملکی وعالمی سیاست کی خامیوں کو ایک ایک کرکے اجاگر کریں اور اسلام کی حقانیت کو واضح کریں تاکہ لوگوں کے لئے ضعفِ ایمان اور کفر ونفاق سے بھاگ کر ایمان کی آہنی چہار دیواری میں پناہ لینا آسان ہوجائے۔ایسا لگتا ہے کہ ابھی مہینوں سفر اور اجتماعات وغیرہ پر پابندی رہے گی، ایسے میں مقامی وضلعی سطح پر دین کے کام کو نت نئے اور موثر انداز سے پھیلانے اور مضبوط ومنظم کرنے کی انتھک جدوجہد کریں۔ان تمام چیزوں کا اہتمام کرنے پر ان شاء اللہ لاک ڈاؤن اور اس وبا کے دوران بھی اور بعد میں بھی ہم اپنا کوئی مؤثر کردار وقیادت پیش کرسکیں گے۔

تو کیا اب اصحابِ کہف، اصحابِ طالوت، اصحابِ موسیٰ، اصحابِ عیسیٰ، اصحابِ محمد علیہم السلام وغیرہ کی راہ کے راہی عشقِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے انقلابی نوجوان اوہام وخرافات کے مقابلے میں ایمان واسلام کی حقانیت کو عملی طور پر ثابت کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں؟!! علامہ نے حقیقت بتادی ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

درسِ قرآن

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

ابن مظفر فلاحی

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُواْ
لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ
قَلِيلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مِّعْرِضُونَ (83) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لاَ
تَسْفِكُونَ دِمَاءكُمْ وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ
أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ (84) ثُمَّ أَنتُمْ هَؤُلاء تَقْتُلُونَ
أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقاً مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ
عَلَيْهِم بِالإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ وَهُوَ
مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ
وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاء مَن يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنكُمْ إِلاَّ خِزْيٌ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (85) أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُاْ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
بِالآخِرَةِ فَلاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلاَ هُمْ يُنصَرُونَ
(86) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ
وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ
أَفَكُلَّمَا جَاءكُمْ رَسُولٌ بِمَا لاَ تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِيقاً كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقاً تَقْتُلُونَ (87) وَقَالُواْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَل
لَّعَنَهُمُ اللَّه بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلاً مَّا يُؤْمِنُونَ (88) وَلَمَّا جَاءهُمْ
كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ
يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَاءهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ
بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّه عَلَى الْكَافِرِينَ (89) بِئْسَمَا اشْتَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ
أَن يَكْفُرُواْ بِمَا أنَزَلَ اللّهُ بَغْياً أَن يُنَزِّلُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَن
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَآؤُواْ بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ
مُّهِينٌ (90) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَا
أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفرُونَ بِمَا وَرَاءهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (91)

ترجمہ: یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ پھر ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا، تم خود اس پر گواہ ہو۔ مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو، اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو حالاں کہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دُوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دُنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے، جو تم کر رہے ہو____ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دُنیا کی زندگی خرید لی ہے، لہٰذا نہ اِن کی سزا میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے، آخر کار عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور رُوح پاک سے اس کی مدد کی۔ پھر یہ تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشاتِ نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمہارے پاس آیا تو تم نے اس کے مقابلے میں سرکشی ہی کی،

کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا!_____وہ کہتے ہیں، ہمارے دل محفوظ ہیں ۔نہیں، اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہے، اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں____اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے، اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ باوجود یہ کہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی، باوجود یہ کہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دُعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب وہ چیز آ گئی، جسے وہ پہچان بھی گئے، تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا کی لعنت اِن منکرین پر، کیسا بُرا ذریعہ ہے جس سے یہ اپنے نفس کی تسلی حاصل کرتے ہیں کہ جو ہدایت اللہ نے نازل کی ہے، اس کو قبول کرنے سے صرف اس ضد کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل (وحی و رسالت) سے اپنے جس بندے کو خود چاہا، نواز دیا! لہٰذا اب یہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں ”ہم تو صرف اُس چیز پر ایمان لاتے ہیں، جو ہمارے ہاں (یعنی نسل اسرائیل میں) اُتری ہے۔“ اس دائرے کے باہر جو کچھ آیا ہے، اسے ماننے سے وہ انکار کرتے ہیں حالاں کہ وہ حق ہے اور اُس تعلیم کی تصدیق و تائید کر رہا ہے جو ان کے ہاں پہلے سے موجود تھی۔ اچھا، ان سے کہو: اگر تم اُس تعلیم ہی پر ایمان رکھنے والے ہو جو تمہارے ہاں آئی تھی، تو اس سے پہلے اللہ کے اُن پیغمبروں کو (جو خود بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے) کیوں قتل کرتے رہے؟

تشریح و توضیح: آیت 83

بنی اسرائیل کے معاشرتی جرائم کا وضاحت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس طرح کے معاشرتی جرائم کے بعد معاشرہ کس طرح سے بدحال ہو جاتا ہے، اس کا عملی نمونہ آج ہم اپنے معاشرے کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کیوں کہ ہم بھی بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔

☆انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نا کرنا☆والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا☆یتیم و مسکین کا خیال رکھنا☆لوگوں سے اچھی باتیں کرنا اور اچھے انداز سے کرنا☆ نماز قائم کرنا☆ زکوٰۃ ادا کرنا۔

چند گروہ کے علاوہ پوری امت بنی اسرائیل نے خدا کے ان احکام کو نظرانداز کر دیا۔

☆اس آیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں اپنی اپنی جگہ مستقل عبادت ہیں۔ دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ میں سے کسی ایک کی ادائیگی دوسرے سے بے نیاز نہیں کرے گی۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی کو بندہ معاف نہیں کرے گا تو خدا بھی معاف نہیں کرے گا۔ ایسا ہے کہ حقوق اللہ کا معاملہ اللہ جسے چاہے گا اور معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا۔

☆حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تعلق سے لوگوں کے دو رویے نظر آتے ہیں؛ کچھ لوگ حقوق اللہ کو ہی دین کی اصل سمجھ لیتے ہیں اور لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرتے یا اگر کرتے بھی ہیں تو بس کچھ واجبی انداز سے۔ سخت مزاجی، ترش روی، بدزبانی، تجارت میں جھوٹ وغیرہ ان کی عادت بن جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ حضرات اپنی عبادات کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات حقوق اللہ کی رسمی ادائیگی میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ ماں باپ، بیوی بچے کے بنیادی حقوق بھی نہ صرف یہ کہ ادا نہیں کرتے بلکہ اسے پامال کرتے ہیں۔ پھر دھیرے دھیرے یہی ان کی عادت بن جاتی ہے اور وہ عجب، ریاکاری و خوش پسندی میں ایسے مبتلاء ہوتے ہیں کہ ان برائیوں کو بھی اپنا حق سمجھ بیٹھتے ہیں گویا کہ عجب، ریاکاری و خود پسندی ان کا حق ہے۔

☆اسی طرح کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کہ حقوق العباد ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ خدمت خلق، نرم گفتاری وغیرہ کو اتنی اہمیت دے دیتے ہیں کہ اسی کو اصل دین سمجھ لیتے ہیں، ان کے اندر حقوق اللہ کی ادائیگی میں پہلے تو کوتاہی آتی ہے پھر دھیرے دھیرے اسے غیر ضروری سمجھنے لگتے ہیں کہ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ خدا و رسول کے بھی منکر ہو جاتے ہیں اور خلق خدا کی خدمت کو ہی خالق کی عبادت سمجھ لیتے ہیں۔

ان دونوں طرح کے لوگ معاشرے کو غیر متوازن بنا دیتے ہیں اور پھر ایک تیسرا طبقہ پیدا ہوتا ہے جو نا تو حقوق اللہ ہی ادا کرتا ہے اور ہی حقوق العباد، پھر دھیرے دھیرے اس طبقے کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور پھر وہ وقت آتا ہے جب معاشرہ مکمل طور پر فساد زدہ ہو جاتا ہے۔ سورہ ماعون میں اسی غیر متوازن رویے کی طرف اشارہ کیا گیا۔

☆اسلام کو ایسے افراد مطلوب ہیں جو حقوق اللہ اور

حقوق العباد دونوں ادا کرتے ہیں۔دونوں میں توازن برقرار رکھتے ہیں۔ایسے ہی لوگ معاشرے کے لیے مفید ہوتے ہیں۔

آیت 84 تا 86

☆اجتماعی زندگی کیسی گذارنی ہے؟اس کا عہد بھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا لیکن انہوں نے بدعہدی کی لہٰذا معاشرہ ظلم وتشدد سے بھر گیا۔ ارباب حل وعقد ہی ظلم کرنے لگے، آپس میں خون ریزی کرنے لگے، سوسائٹی کے افراد کو ظلم کا نشانہ بنانے لگے۔اپنی ہی قوم کے لوگوں کو گھر بدر کر دیتے۔اپنی ہی افراد کو قیدی بنالیتے اور پھر فدیہ لے کر چھوڑتے۔معاشرے کا یہ حال ہو گیا تو خدا نے ان کے لیے دنیا کی زندگی کو ذلت آمیز ورسوا کن کر دیا۔

☆بنی اسرائیل کتاب الٰہی کے حصے بخرے کر دیتے تھے۔جو عمل نفس پر شاق نا گذرتا، یا جس میں کوئی مادی نقصان نہ دکھتا،اس پر تو عمل کر لیتے لیکن وہ اعمال جو قربانیوں کا تقاضہ کرتے یا جن میں بہ ظاہر کوئی مادی فائدہ نہیں دکھتا ان سے روگردانی کرتے۔اس طرح اپنے فائدے کی آیتوں پر ایمان لاتے اور بقیہ کا انکار کر دیتے۔

☆معاشرتی زندگی میں جب ظلم اس طرح کسی قوم میں بڑھ جاتا ہے تو اسے دنیا میں ذلت آمیز رسوائی سے دوچار ہونا ہوتا ہے۔یعنی خدا اس پر ایسا عذاب بھیجتا ہے جو کہ اسے ذلیل و شرمسار کر دیتا ہے۔ نیز آخرت میں اس دنیاوی ذلت سے زیادہ ذلت آمیز عذاب سے یہ دوچار ہوں گے۔

☆اللہ تعالیٰ تمام اقوام کے انفرادی و اجتماعی اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔وہ ذرا بھی غافل نہیں ہے۔

☆آخرت کی زندگی کے عوض انہوں نے دنیاوی زندگی کو ترجیح دی۔ بروزِ قیامت انہیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا ہوگا۔اس دن کہیں سے بھی اپنا کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

☆دنیا میں ظالم ومتشدد دین کے ساتھ ایک پورا ٹولا ہوتا ہے جو ظلم میں اس کا معاون و مددگار ہوتا ہے۔انہیں اعوان ومددگار کے بل پر تو وہ ظالم بنتا ہے۔لہٰذا آخرت میں جب اسے اس کے ظلم کی سزا ملے گی تو خود کو بے بس ولاچار محسوس کرے گا۔ اس کے مددگار اس کے کسی کام نہ آئیں گے۔اپنے مددگار کو یاد کر کے اور آخرت کی بے بسی محسوس کر کے وہ مزید افسردہ ہوگا اور یہ افسردگی اس کے سزا میں مزید اضافہ کرے گی۔

آیت 87 تا 91

☆حضرت موسیٰؑ سے عیسیٰؑ تک کی تاریخ کو مختصر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے درمیان پے درپے کئی انبیاء کرام آئے۔ کچھ انبیاء کے احکامات ان کے خواہشات ومرضی کے خلاف ہوتے لہٰذا اپنی نفس پرستی میں وہ انبیاء کی تکذیب کرتے یا قتل کر دیتے۔

آج بھی خدا اور رسول کے احکام کو نہ ماننے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ یہ خدا پرست نہیں بلکہ نفس پرست ہو گئے ہیں۔

☆جب انبیاء کرام ان پر وحی الٰہی پیش کرتے تو وہ کہتے کہ ہماری دل محفوظ غلاف میں بند ہیں۔ان پر تمہارے کسی طرح کی بات کا اثر نہیں ہوگا۔

☆ان کی یہ بات اس طرح کی جیسے کہ جب کسی سے اصلاح حال کی بات کی جاتی ہے تو وہ اپنی گمراہی، قدامت پرستی، بددینی وہٹ دھرمی کو استقامت وثابت قدمی سمجھ لیتے ہیں اور اصلاح کو قبول کرنے کو یہ سمجھ کر رد کر دیتے ہیں ہ وہ اپنے نظریے پر ثابت قدم ہیں۔اس طرح وہ اپنی گمراہی میں ٹامک ٹویاں مارتے رہتے ہیں یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے موقف بھی نہیں ہٹا سکتی۔یعنی ان کے دل غلاف میں لپٹے ہوئے محفوظ ہیں۔ وہ اپنے آباواجداد کے رویے اور ان کے موقف سے کسی بھی بات کے سبب ایک انچ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔اپنی اسی گمراہی وہٹ دھرمی کو وہ اچھائی اور قابل فخر عمل سمجھ رہے تھے۔اسی سبب کہتے تھے کہ ہمارے دل غلاف میں بند ہیں، اس پر کسی کی کوئی بات اثر نہیں کرنے والی ہے۔

☆ اللہ نے ان کے اس رویے پر لعنت فرمائی۔ ان کے اسی رویے کے سبب ان میں ایک قلیل تعداد ہی ایمان لاسکی۔

☆وہ اپنی خود ساختہ روایت پرستی وقدامت پرستی میں اتنے سخت تھے کہ جب قرآن نازل ہوا اور اس میں ان کی کتاب کی تصدیق بھی تھی یا یوں کہیں کہ ان کی انتظار کے مطابق جب قرآن نازل ہوا تو انہوں نے اس کی تکذیب کر دی حالاں کہ وہ اس قرآن کے منتظر تھے، نیز وہ کفار سے کہا بھی کرتے تھے کہ ہم اس کتاب کے ذریعہ جو کہ عن قریب نازل ہونے والی ہے، تم پر فتح پالیں گے، لیکن جب قرآن کو انہوں نے اپنی خود ساختہ روایت پرستی سے ہٹ کر پایا تو جان بوجھ کر اس کا انکار ہی کر بیٹھے، پھر خدا کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔

☆نبی کریمؐ اور قرآن کے انکار کی بنیادی وجہ یہ بنی کہ اب تک کے تمام انبیاء ان ہی کے قبیلے ونسل سے تھے، لیکن جب آپ ﷺ بنی اسماعیل

میں مبعوث ہوئے تو صرف اسی عصبیت میں انہوں نے اسلام کا ہی انکار کر دیا۔

☆جب ان سے کہا گیا کہ اس نبی ﷺ پر ایمان لاؤ تو انہوں نے عصبیت کے سبب کہا کہ ہم تو صرف اپنی نسل کے انبیاء پر ہی ایمان لائیں گے۔قرآن کہتا ہے کہ ذرا پوچھو کہ پھر وہ اپنے انبیاء کا اب تک انکار اور قتل کیوں کرتے رہے۔

☆انہوں نے نسلی عصبیت کے سبب نبی ﷺ و قرآن کا انکار کر دیا جس کے وہ خود منتظر تھے۔ان کے انکار کی مثال اس ضدی و چڑچڑے بچے کی طرح ہے جو اپنے کھانے و کھیلنے کی اشیاء کو صرف اس وجہ سے پھینک دیتا ہے کہ اسے یہ چیزیں اس کے پسند کے افراد کے ہاتھوں سے نہیں ملیں بلکہ فلاں شخص نے دیں۔

امت مسلم جاگ ذرا!!

اُم کلثوم آج امت کے نونہالوں کے دلوں میں جدید طرز زندگی کی اس قدر کشش پیدا کر دی گئی ہے کہ اب انہیں اسلامی طرز فکر میں ڈھالنا والدین اور سرپرستوں کو ناممکن دکھائی دے رہا ہے۔اور ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش میں امت کا ایک کثیر طبقہ ایسے عناصر کو بھی اپنانے پر رضامند ہو گیا ہے جو بظاہر اسلامی ذہن سازی کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن در پردہ ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ تاریخ اسلامی سے روشناس کرانے کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو اپنی جانب راغب کرنے والی فلمیں اور سیریل بھی دراصل اسی دام فریب کا ایک حصہ ہیں۔جدید تہذیب سے متاثر بہت سے مسلمان ایسے شیطانی ہتھکنڈوں میں پھنس چکے ہیں۔حال ہی میں خلافت عثمانیہ کی تاریخ اور مسلمانوں کے کارناموں سے واقف کروانے کا ڈھونگ رچا کر سچ اور جھوٹ کی آمزش کر کے ارتغرل سیریز کے نام سے سیریل تیزی سے مقبول عام ہوئے ہیں۔وہ مسلمان مرد و خواتین جو اسلاف کے کارناموں سے نئی نسلوں کے محروم ہو جانے کا بڑا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں وہ ان بے پردگی، عریانیت، عشق و محبت کی کہانیوں، موسیقی اور غیر اسلامی تہذیب کو فروغ دینے والی سیریل کو دیگر ڈراموں کی نسبت بہتر متبادل سمجھنے لگے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو اسلامی تاریخ سے جوڑ سکتے ہیں۔ یاد رکھیے مسلمان تاریخ سے پہلے اسلام سے جڑتا ہے۔اور جب وہ حقیقی معنوں میں اسلام سے واقف ہو جاتا ہے تو خود بخود تاریخ سے اُس کا رشتہ جڑ جاتا ہے بلکہ وہ خود ہی ایک تاریخ رقم کر لیتا ہے۔تعلیمات اسلامی سے صحیح طور سے واقف ہو جایئے تو اپنی نسلوں کی رہنمائی کے صحیح طریقے بھی آپ کی سمجھ میں آ جائیں گے،لیکن احکام الٰہی سے آنکھیں چرا کر خواہشات کی پیروی میں اس طرح کے فرضی کرداروں میں اسلام کی روح تلاش کرو گے تو سوائے نقالی کے کوئی اسلامی جذبہ آپ اپنے اندر پیدا نہ کر سکیں گے۔ افسوس کہ اُمت کی جن ماؤں کی گود میں اسلام کو پلنا تھا وہاں اب اداکار پل رہے ہیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب مسلمان والدین بے پناہ قربانیاں دیکر اسلامی نقوش پر تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیتے تھے لیکن آج اولاد کی تربیت کے لیے عصری تعلیم گاہوں کو ہی سب کچھ سمجھ لیا جاتا ہے اور جب مسلماں کو مسلمان کرنے کی بات آتی ہے تو پھر ایسے جدید ذرائع کا سہارا لیا جاتا ہے جو اُن کی دانست میں اُن کے بچے آسانی سے قبول کر سکتے ہیں اور یہ طریقہ اب صرف بچوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ وہ افراد جو اپنی بے پناہ، قیمتی مصروفیات کے سبب ماضی کے اوراق پلٹنے سے قاصر رہتے ہیں وہ بھی نہایت جوش و خروش سے اپنے بزرگوں کی جرات و شجاعت کا مشاہدہ کرنے اہل خانہ کے ساتھ اس کارِ خیر میں حصہ لے رہے ہیں۔اے امت محمدیہ! کیا تم اب اس مقام تک گر چکے ہو کہ پیشاور اداکاروں میں اپنے اسلاف کے عظیم کرداروں کو تلاش کر کے ہو؟ کیا یہ اداکاریاں واقعی تمہارے اندر اسلام کے لیے قربانیاں دینے کے جذبات پیدا کریں گی؟ کیا تمہاری عقلیں نامحرم اداکاروں اور اداکاراؤں کی طرف نگاہ کرتے وقت قرآن کی ان آیات کو بھول جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: اے نبی ﷺ، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔اور اے نبی ﷺ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں ۔۔(سورۃ النور۔آیات ۳۰-۳۱) کیا ان آیات میں نظر کی حفاظت کا واضح حکم نہیں دیا گیا؟ آخر تم کس خبیث چیز کو متبادل سمجھ بیٹھے ہو؟ خباثت کو خباثت کے ذریعے نہیں بلکہ اچھائی کے ذریعہ پاک کیا جاتا ہے۔مسلمانوں کیا تم بتا سکتے ہو کہ مدینہ کی گلیوں میں جب شراب بہائی گئی تو مسلمانوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس متبادل کا مطالبہ کیا تھا؟ انہوں نے کسی دوسری شراب کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اللہ کی رضا کے طالب بن گئے۔تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے خیر کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار بننے کا حکم دیا تھا، اور تم آج ایک شر کے کام میں پوری دلجمعی سے تعاون کر رہے ہو؟ اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت، شجاعت و بہادری کے تمام گُر ٹیلی ویژن کے پردے سے تمہارے ذہن و دل میں منتقل ہو جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔مسلمان کی شجاعت اُس کے مضبوط ایمان پر منحصر ہوتی ہے پھر چاہے اُس کے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلوار اور جسم پر پیوند لگا کُرتا ہی کیوں نہ ہو۔کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ بہادری کا کوئی نمونہ بننے سے پہلے مسلمان حقیقت میں مسلمان بن کر ان حالات میں اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔ ماہ رمضان المبارک میں احکام الٰہی کو پامال کرتے ہوئے سیریل میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اسلام کا ازسرنو مطالعہ کرنے میں لگ جائیں؟ عزم پختہ ہو، ارادہ نیک ہو تو راہیں بھی آسان ہو جاتی ہیں اور نسلیں بھی سنور جاتی ہیں۔اللہ رب العزت ہم تمام کو ھدایت کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

روزہ اور اس کا بدلہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ. وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ." (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سوائے روزہ کے، کیوں کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیوں کہ وہ میری وجہ سے اپنی خواہشاتِ نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزدار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ ڈھال ہے، اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بےہودہ فحش باتیں نہ کرے اور نہ شور مچائے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث میں روزہ کی اہمیت و فضیلت، اللہ کی طرف سے روزہ دار کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کا ذکر ہے، اس حدیث کی روشنی میں کئی ساری باتیں واضح ہوتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ہر نیک عمل، چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، اس کا تعلق اللہ سے ہو یا بندوں سے، اس کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک اللہ تعالیٰ بڑھا کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص احسان ہے کہ جب بندہ ایک بُرا کام کرتا ہے تو اس کے بدلے میں بندے کے نامۂ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے لیکن جب وہی بندہ کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیتا ہے۔ ثواب میں اضافہ بندے کے عمل میں اخلاص اور عمل کے موقع محل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(۲) روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لیے ایک تحفہ ہے اور میں ہی جس طرح چاہوں گا اور جتنا چاہوں گا اس کا اجر و ثواب دوں گا، کیوں کہ روزہ دار بنا کسی ریاکاری اور دکھاوے کے، خالص میری رضا کی خاطر اپنی خواہشات نفس اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے، لہٰذا میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی کا بدلہ دوں گا۔

(۳) روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں؛ ایک افطار کے وقت یعنی جب بندہ دن بھر اللہ کی رضا کی خاطر بھوکا پیاسا رہتا ہے اور پھر جب افطار کے وقت اللہ کی طرف سے قسم قسم کی نعمتیں اپنے سامنے موجود پاتا ہے تو اس کو خوشی ملتی ہے۔ دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص انعام واکرام سے نوازے گا۔

(۴) جب بندہ روزہ سے ہوتا ہے تو بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے اس کے منہ سے بدبو آنے لگتی ہے تو اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ یعنی انسانوں کے لیے مشک کی خوشبو جتنی اچھی اور جتنی پیاری ہے، اللہ کے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو اس سے بھی اچھی ہے۔

(۵) روزہ دنیا میں شیطان و نفس کے حملوں سے بچاؤ کا ذریعہ اور آخرت میں آتش دوزخ سے حفاظت کے لیے ایک ڈھال ہے۔

(۶) روزہ دار کا اخلاق و کردار یہ ہونا چاہئے کہ نہ وہ کسی کو برا بھلا کہے، نہ کسی سے گالی گلوچ کرے، نہ چیخے چلّائے اور نہ کسی سے جھگڑے بلکہ اتنا اعلیٰ کردار کا حامل ہونا چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا آدمی اس کو گالی دے یا اس سے جھگڑے تو وہ بالکل خاموشی اختیار کرلے اور صرف اتنا کہہ دے کہ 'بھائی میں روزہ دار ہوں'۔

لہٰذا ہم میں سے کسی کو چاہتے کہ وہ اپنے اخلاق و کردار کو بلند کرے اور اللہ کی رضا کی خاطر روزہ رکھے تا کہ ایک روزہ دار کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس خاص انعام و اکرام کا ذکر ہے، اس سے ہم بھی فیض یاب ہوسکیں۔

مصطفی مشہورؒ

تحریکی فہم وشعور سے انحراف

۱۲۔ باطن کے بجائے ظاہر کا اہتمام اور عمل کے بجائے بحث وتکرار کا غلبہ:

اخوان المسلمون کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ اعلان اور پروپیگنڈہ کے مقابلے میں عمل کو ترجیح دی ہے اور یہی اسلام کی شان بھی ہے۔ اعلان اور پروپیگنڈے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ عمل میں ریا داخل ہو جائے اور اس طرح سارا عمل تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے۔ اخوان نے طبعی طور پر ہمیشہ اس بات سے نفرت کی ہے کہ لوگ جھوٹے پروپیگنڈے پر اعتماد کریں۔ اس لیے کہ اس کے نتیجے میں گم راہی وفساد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر چہ خیر کا اعلان اور اس کے لیے رائے عامہ کا حصول ایک مطلوبہ امر ہے لیکن یہ اس حد تک ہونا چاہیے کہ اس سے دعوتی کام متاثر نہ ہوں۔

پھر یہ ایک عالمی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ایک مضبوط بنیاد رکھنے کا مرحلہ ہے جس سے ہم اِس وقت گذر رہے ہیں۔ اس کے مزاج کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم بالکل خاموش طریقے سے اور سنجیدگی کے ساتھ مسلسل کام کریں اور ہر ایسے شور وہنگامے سے دور رہیں جس میں نقصان زیادہ اور نفع کم ہو۔ کسی ملک اور علاقے میں دعوتی سرگرمیوں کی کام یابی کا صحیح پیمانہ صرف بڑے بڑے اجتماعات، خیموں کا طول وعرض، قمقموں اور بینروں کا ہجوم نہیں ہے بلکہ وہ افراد ہیں جو دعوتِ اسلامی کے زیرِ سایہ اسلام کا صحیح شعور لے کر اچھی تربیت حاصل کر کے اور ہر طرح کی قربانی اور جہاد کے لیے اپنے آپ کو تیار کر کے میدانِ عمل میں اترتے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حسن البناؒ افراد جماعت میں فرق مراتب کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”بلا شبہ بات کا آدمی کام کے آدمی کے برابر نہیں۔ اسی طرح کام کا آدمی جہاد کرنے والے کے برابر نہیں اور صرف جہاد کا آدمی اس جہاد کرنے والے دانا کے برابر نہیں ہو سکتا جو کم سے کم قربانی کے ذریعے بڑے بڑے فوائد حاصل کرتا ہے۔“

مذکورہ بالا اصل سے انحراف یہ ہے کہ جماعت کے افراد پر بحث ومباحثہ، آپس کی نوک جھونک اور تو تو میں میں کی فضا غالب آجائے اور بعض دفعہ تو بحث ومباحثہ کا سلسلہ گھنٹوں جاری رہتا ہے اور شیطان اس میں داخل ہو کر بھائیوں کے درمیان اختلاف اور بغض وعداوت پیدا کر دیتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور اس کا حاصل سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ دعوتی سرگرمیاں ٹھپ پڑ جاتی ہیں اور افراد کے اندر عمل کی قوت سرد پڑ جاتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ہم کو بحث ومباحثہ اور جدل وجدال سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہدایت یاب ہونے کے بعد جو قومیں گم راہ ہوئیں وہ سب جدل وجدال ہی میں پڑ کر گم راہ ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ نے حق پر ہونے کے باوجود بحث ومباحثہ نہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ حسن البناؒ فرماتے ہیں کہ ”وقت زندگی ہے اور آدمی کی ذمہ داریاں اس کے اوقات سے زیادہ ہیں اس لیے ہم ظاہر کے چکر میں پڑ کر باطن سے بے پروانہ ہو جائیں اور کہیں گفتگو اور بحث ومباحثہ ہم کو عمل سے غافل نہ کر دے۔“

۱۳۔ عجلت پسندی اور عدم منصوبہ بندی:

اہداف ومقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے منصوبہ بندی اور پلاننگ نہایت ضروری ہے اور اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ منصوبہ بندی ہی کے ذریعہ اہداف اور مطلوبہ مہمات کی تحدید ہوتی ہے اور انہیں ترجیحات کے اعتبار سے مختلف مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ منصوبہ تیار کیا جاتا ہے اور ہر ایک کے لیے ضروری مدت اور مطلوبہ وسائل کا جائزہ لیا

جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کے عملی نفاذ کے لیے مناسب اشخاص کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ پھر ان منصوبوں کے عملی نفاذ کے تعلق سے ممکنہ احتمالات کو نظر میں رکھ کر ان کا نفاذ کرنے والوں کا تتبع بھی کیا جاتا ہے اور اس طرح منصوبہ بندی کے ذریعہ دعوتی عمل کو منظم کیا جاتا ہے اور اس کے جملہ پہلوؤں پر توجہ دی جاتی ہے۔ اس طرح اوقات سے بھرپور استفادہ کیا جاتا ہے اور افرادی وقت کا، ہر ایک کی صلاحیت کے اعتبار سے، استعمال ہوتا ہے اور ان کے درمیان مہمات اور ذمہ داریاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اگر کسی شخص کے ذمے کوئی متعین کام ایک متعین وقت میں انجام دینے کے لیے کیا جائے اور اس کے لیے وسائل بھی فراہم ہوں تو اس کے اندر طبعی طور پر یہ خواہش پیدا ہوگی کہ وہ اس کو مطلوبہ وقت میں مکمل کردے۔ اس کے برخلاف اگر کام کی نوعیت، مقدار اور اسے پورا کرنے کے لیے وقت کی تعیین نہ ہو اور نہ ہی اس کے لیے ضروری وسائل ہی فراہم ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمت جواب دے جائے گی، وقت برباد ہو جائے گا اور قوتِ کار معطل ہو کر رہ جائے گی اور کام نہ تو پورا ہوگا اور نہ صحیح ڈھنگ سے ہوگا۔

اور چوں کہ ہمارا کام، جس کو ہم انجام دینا چاہتے ہیں، وہ ہماری اس دنیا کا سب سے بڑا کام ہے۔ اور وہ اللہ کے دین کو زمین میں غالب کرنے اور ایسی عالمی اسلامی حکومت کے قیام کا کام ہے جو اسلام کی علم بردار ہو، اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے کرے، سرزمین اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرنے والی ہو اور سارے انسانوں تک اللہ کی دعوت پہنچانے والی اور تمام باطل نظریات کا قلع قمع کرنے والی ہو۔ کیا اس بات کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ اتنا بڑا کام بغیر کسی منصوبہ بندی کے انجام پاجائے گا۔ اس لیے پورے عالم اسلام اور ہر ملک میں مقامی طور پر اور ہر میدان عمل کے لیے مکمل منصوبہ بندی ناگزیر ہے۔ اور منصوبہ بندی بھی تمام ضروری معلومات، تحقیق وتجزیہ اور تمام ضروری قوتوں کو بروئے کار لاکر کرنی چاہیے۔

یہ اصل ہے اور اس سے انحراف عجلت پسندی اور عدم منصوبہ بندی اور کوتاہی عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات ہماری کارکردگی اور ہماری سرگرمیاں صرف پیش آمدہ واقعات کے ردِ عمل تک محدود ہوتی ہیں۔ جب کہ ہم دشمنانِ اسلام کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسلامی تحریکوں پر ضرب لگانے کے لیے مسلسل معلومات جمع کر رہے ہیں اور ان کے تمام ادارے تحقیق وتجربہ میں لگے ہوئے ہیں تاکہ مضبوط منصوبہ بندی کے ذریعہ ان اسلامی تحریکوں کا خاتمہ کرسکیں اور وہ دنیا کے اندر کسی ایسی سنجیدہ کوشش کو بار آور نہیں ہونے دینا چاہتے جو اسلام اور مسلمان کے مفاد میں ہو۔

بسا اوقات کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم مستقبل کی منصوبہ بندی کیسے کرسکتے ہیں؟ درآں حال کہ مستقبل پردۂ غیب میں ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ ہم کسی خاص کام کے لیے اوقات کی تحدید کیسے کریں جب کہ ہمارے معاملات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اندازوں اور وقت کے مطابق طے پاتے ہیں؟ اور ہم سے مطالبہ عمل کا کیا گیا ہے، نتائج کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں کہ منصوبہ بندی اور مذکورہ بالا باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ باوجود اس کے کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اندازوں کے مطابق طے پاتے ہیں لیکن ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ سارے اسباب کو بروئے کار لاکر عمل کریں اور اس ضمن میں ضروری منصوبہ بندی بھی کرلیں۔

۱۴۔ غیر ضروری معرکہ آرائی اور فروعی مسائل میں دل چسپی:

اصولی بات تو یہ ہے کہ ہم بنیادی اور کلی مسائل پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں اور ان ہی میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ اور اصول سے انحراف یہ ہے کہ غیر ضروری اور فروعی مسائل میں اس طرح پڑ جائیں کہ ہماری کوششیں اور اوقات ان ہی کی نذر ہو جائیں اور ان کے حل کے سلسلے میں نہ تو خاطر خواہ پیش رفت ہو اور نہ متوقع تبدیلی ہی واقع ہو۔ ہمارے خیال میں اس انحراف سے بچنے کے لیے منصوبہ ضروری ہے جس کا ذکر ہم گذشتہ شق میں کرچکے ہیں اور منصوبہ بندی کے لیے ضروری ہے کہ ہم اہداف کا تعین کریں، ترجیحات طے کریں اور اوقات کی تنظیم کریں۔ تجربات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اگر معاملہ یونہی چھوڑ دیا جائے تو ہماری ساری قوتیں اور اوقات فروعی اور غیر ضروری مسائل میں پڑ کر ضائع ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم فروعی مسائل

کو یکسر نظرانداز کریں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان مسائل میں صرف اس قدر وقت لگایا جائے جتنا مناسب ہو۔ اس لیے کہ بسا اوقات جزوی مسائل سے لاپروائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوچند اور مشکل ہوجاتے ہیں اور پھر ان کے حل کے لیے بہت زیادہ وقت اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے قیادت کا کام یہ ہے کہ وہ مسائل کا بہ حسن وخوبی اندازہ لگائے اور ان کے حل کے لیے درست رہنمائی کرے۔ اور افراد کا کام یہ ہے کہ وہ آپس میں ایسے شخصی مسائل واختلافات پیدا کرنے سے گریز کریں جو دعوتی عمل کو نقصان پہنچانے والے ہوں۔

ہم یہاں بعض مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ہمارے معاشروں میں بے شمار بدعات وخرافات پائی جاتی ہیں۔ اگر ہم اپنی ساری کوششیں اور اوقات ان سے نبرد آزمائی اور ان کے ازالہ میں صرف کردیں تو ہماری یہ ساری کوششیں اور اوقات بے فائدہ ضائع ہوجائیں گے اور کوئی خاطر خواہ نتیجہ بھی نہیں نکلے گا کیوں کہ سب شجرِ خبیث کے خبیث پھل ہیں۔ اگر ان میں سے بعض پھلوں کو ضائع بھی کردیا جائے تو درخت میں پھر دوسرے پھل لگ جائیں گے۔ اس لیے مثالی اور حقیقی حل یہ ہے کہ شجرِ خبیث کو ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور ان کی جگہ ایسے پاکیزہ درخت لگائے جائیں جو ہر وقت اللہ کے حکم سے بارآور ہوتے رہیں اور وہ کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کا شجرِ طیّب ہے اور یہ کلمہ حکومتِ الٰہیہ کے قیام اور اللہ کے دین کے غلبہ کے ذریعے سے ہی برگ وبار لاتا ہے۔ لہٰذا حکمت اور مصلحت دونوں کا تقاضا ہے کہ ہم فروعی امور میں اپنی کوششوں اور اوقات کا ایک محدود حصہ صرف کریں اور ان امور کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دیں کہ وہ ہمیں اُن بڑے اور اہم مسائل سے غافل کردیں جن کو حل کرنے سے سارے فروعی مسائل بھی ان شاءاللہ خود بہ خود حل ہوجائیں گے۔

یہاں ایک قابل توجہ امر یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اسلام کے کسی ایک مسئلے کو لے کر یا ایک سے زائد مسائل کی بنیاد پر بہت سی انجمنیں قائم ہیں۔ اور ان انجمنوں نے اُن ہی مخصوص مسائل کو بڑے مسائل کی حیثیت دے رکھی ہے اور ہمیشہ ان ہی میں مشغول رہتی ہیں، درآں حال کہ وہ انجمنیں اسلامی حکومت کے قیام اور اسلام سے نبرد آزما دشمنوں سے مقابلہ کے سلسلے میں یکسر غافل ہیں۔ اور انہیں ان اہم مسائل کے تئیں ادنی درجے کی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ توحید کو شرک کے ہر شائبے سے پاک کرنے، مزاروں، ان کے متعلقات اور ان کے پاس جو کچھ ہورہا ہے ان ہی کے مسائل میں مشغول ہیں۔ کچھ لوگ عقیدے سے متعلق امور اور تاویل، تعطیل اور اسماء وصفات وغیرہ مسائل سے متعلق سلف کے طریقے کی جستجو میں مشغول ہیں۔ کچھ لوگ عبادات، سنتوں اور دینی مظاہر میں مشغول ہیں۔ کچھ لوگوں نے ذکر کے حلقوں کے قیام کا سہارا لیا ہے اور انہیں طریقۂ صوفیاء کا نام دیا ہے، جس میں بے شمار بدعتیں اور مخالفِ شرع چیزیں ہیں۔ اور عام طور ان مخصوص مسائل سے متعلق انجمنوں یا تنظیموں سے وابستہ افراد دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان مسائل میں وہ لوگ کوتاہ ہیں۔ خود اخوان المسلمون اسی طرح کے الزامات کا شکار ہوتی رہی ہے اور بعض انتہا پسند لوگ ان سارے لوگوں کو فاسق وکافر بناڈالتے ہیں جو ان کے ساتھ نہیں ہوتے یا ان کی رائے کے برعکس رائے رکھتے ہیں۔

ان تنظیموں کے ساتھ اخوان المسلمون جس اصول پر گامزن ہے وہ یہ کہ ان کے ساتھ تعلقات بہتر جائیں اور ہر ممکن طریقے سے دشمنی کی فضا پیدا نہ ہونے دی جائے۔ بلکہ ہم ان ساری تنظیموں سے محبت کرتے ہیں، متفق علیہ امور میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں اور ان فروعی مسائل کے سلسلے میں ایک دوسرے کو معذور سمجھتے ہیں جن میں اختلاف رائے کے سبب کوئی اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر اُن میں سے کوئی تنظیم یا ان کا کوئی فرد ہمارے ساتھ کسی ناپسندیدہ رویہ یا کسی طرح کی بدسلوکی کا مظاہرہ کرتا ہے تو ہم ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتے بلکہ صبر کرتے ہیں اور اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ اور ہم اُن کے ساتھ زبانی یا تحریری معرکہ آرائی میں شریک نہیں ہوتے۔ ہاں ان اختلافی مسائل کے سلسلے میں اپنے موقف اور اپنے احساسات کو واضح کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں اور سب کو بڑے مسئلے (دین اسلام کا غلبہ) کے لیے کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ الحمدللہ اخوان المسلمون کے لوگ ان کے تئیں اپنی ایک ٹھوس رائے اور ایک پختہ موقف رکھتے ہیں، جو قرآن وسنت سے مستفاد اور ہر طرح کی افراط تفریط سے پاک انتہائی معتدل ہے۔ ہمارا یقین واذعان ہے کہ نت نئے رونما ہونے والے حادثات وواقعات ہم سب کو متحد کرنے کے لیے کافی ہیں، اگرچہ اس میں کچھ وقت لگے گا۔ اور اس وقت ہم سب ایک ساتھ صف بستہ ہوکر ان دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا مقابلہ کریں گے جو ہماری

مختلف تنظیموں اور آبادیوں میں فرق نہیں کرتے۔

۱۵۔عوام سے کنارہ کشی اور ان کے بعض گروہوں سے لاپروائی:

ہمارے مسلم معاشرے کے مسلم عوام ہی ہماری دعوت کا اصل میدان ہیں جن میں ہمیں کام کرنا ہے۔ یہی وہ حقیقی سرمایہ ہے، جو ہماری اسلامی صف کو مضبوط بنانے کے لیے ایمانی جذبے سے سرشار مجاہدین کا گروہ فراہم کرتا ہے اور یہ وہ ٹھوس بنیاد ہے جس پر اسلام کی تعمیر کا کام ہوگا۔ اس لیے اصولی طور پر ہمیں ان کے درمیان گھل مل جانا چاہیے اور ان کے ہر گروہ کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے۔ اور انحراف یہ ہے کہ ہم اپنے کو اس سے الگ تھلگ یا بعض عوامی گروہوں سے دل چسپی لیں اور بعض کو نظر انداز کر دیں۔

دشمنانِ اسلام مسلسل اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ عوام اور داعیان اسلام کے درمیان دوری پیدا کر دیں اور انہیں اپنی کوششوں کو نتیجہ خیز بنانے میں ہمارے ملکوں میں رائج نظامِ حکومت کے بعض کل پرزوں کا تعاون بھی حاصل ہے۔ مثلاً ابلاغِ عامہ اور سیکوریٹی کے شعبے، جو قوم کے سامنے دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کی صورت مسخ کرنے کے لیے ان پر بے بنیاد الزامات چسپاں کرتے رہتے ہیں اور جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں کہ یہ رجعت پسند، انتہا پسند اور تشدد پسند ہیں، بلکہ یہ الزام بھی وقتاً فوقتاً لگاتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے مذہب کی آڑ لے رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم قوم میں گھل مل کر اور اس کے تمام گروہوں سے اپنے روابط بڑھا کر ان کے آرام و تکلیف اور رنج و راحت میں شریک ہو کر مذکورہ بالا سازشوں کا مقابلہ کریں۔ اس طرح جب ہم ان کے ساتھ شفقت و محبت، ہمدردی و غم گساری کا معاملہ کریں گے اور ایسے کام کریں گے جن میں ان کی اور ان کی اولاد کی بھلائی ہو، پھر اس کے آگے انہیں مادی و روحانی ضیاع سے بچانے کے لیے جب ہم اُن کے سامنے اسلام کو واحد پناہ گاہ کی حیثیت سے پیش کریں گے تو ہماری صحیح تصویر اُن کے سامنے ابھر کر آئے گی اور ہمارے خلاف پیش کی گئی گم راہی اور جھوٹے الزامات کا پردہ بھی چاک ہوگا کیوں کہ ہماری عملی تصویر اس کے برعکس ہوگی جو ہمارے مخالفین پیش کرتے ہیں۔

اصولاً ہمیں قوم کے تمام گروہوں تک اپنی سرگرمیاں پھیلانی چاہیے۔ یہ بات درست نہیں کہ ہم صرف طلبہ کو اپنے سے قریب کرنے کا اہتمام کریں اور مزدوروں وکسانوں کو نظر انداز کر دیں۔ کیا یہ درست ہوگا کہ انہیں کمیونسٹوں اور مادہ پرست لوگوں کے جھوٹے اور کھوکھلے نعروں کا شکار ہونے کے لیے چھوڑ دیں اور پھر وہ اُنہیں دین و عقیدے سے بے بہرہ کر دیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اچھے ڈھنگ سے سب گروہوں تک اپنی دعوت پہنچائیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ مزدوروں اور کسانوں کے اندر دعوت کا اسلوب طلبہ کے درمیان دعوتی اسلوب سے مختلف ہوگا۔ اسی طرح تاجروں، اہلِ حرفت، ملازمین اور صنعت کاروں پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ہم اسلام کی بنیاد پر جس معاشرہ کا قیام چاہتے ہیں، یہ سب کے سب اپنی نوعیت اور اپنے میدان کے لحاظ سے اس معاشرے کی بنیادی اینٹ ہیں۔

ہمارے لیے یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم صرف مردوں پر توجہ دیں اور عورتوں کو نظر انداز کر دیں، حالاں کہ عورت معاشرے کا نصف حصہ ہے اور مردانِ کار اسی کی گود میں پروان چڑھتے ہیں۔ ہمارا مسلمان بھائی جب اپنا گھر بسانے کے لیے دین دار مسلمان خاتون نہیں پائے گا تو مجبوراً کسی بھی مسلمان عورت سے شادی کر لے گا، جو بسا اوقات اس کی زندگی برباد کر سکتی ہے اور دعوت اسلامی کی راہ سے باز بھی رکھ سکتی ہے۔ اس طرح ہم دین دار مسلم خواتین پر توجہ نہ دے کر دین دار مسلمان نوجوانوں کے سلسلے میں کی گئی اپنی کوششوں کو بھی ضائع کر دیں گے۔ پھر تقوی کی بنیاد پر قائم خاندان ہماری مطلوبہ اسلامی حکومت کی تعمیر میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اسی کے زیرِ سایہ آئندہ آنے والی نسلیں اس طور پر پرورش پاتی ہیں کہ دعوتی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اہل ہو سکیں اور اس کی امانت کے بوجھ کو اٹھا سکیں۔

اسی طرح نونہالوں پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ عمر کے ہر مرحلے میں اُن کی تربیت اس طرح کی جائے ان کے اندر دینی مزاج پیدا ہو اور انہیں اس طور پر تیار کرنا ضروری ہے کہ وہ موجودہ نسلوں کی جگہ لے سکیں۔ اس لیے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور یہ کام آئندہ آنے والی تمام نسلوں پر محیط ہونا چاہیے۔ اگر کسی نسل کو نظر انداز کر دیا گیا تو دعوتِ اسلامی ٹوٹ پھوٹ کر بڑے سنگین خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔

☆☆☆

روزہ اور محاسبۂ نفس

محمد اسامہ عظیم

روزہ اسلام کے نظام عبادت وتربیت کا ایک بنیادی رکن ہے۔ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ سبحانہ وتعالی نے اسلام کے نظام تربیت میں عبادات اور معاملات کے ذریعے نہ صرف فرد بلکہ معاشرہ اور ساری انسانیت کے لیے کچھ ایسے کام فرض کیے ہیں جن میں سے ہر ایک اس نظام تربیت کو قوت اور سہارا دیتا ہے۔ روزہ کے باب میں ایک جامع تعریف مولانا مودودیؒ نے کچھ اس طرح کی ہے:

''روزہ سال بھر میں ایک مہینے کا غیر معمولی نظام تربیت (Special Training Course) ہے، جو آدمی کو تقریبا 720 گھنٹہ تک مسلسل اپنے مضبوط ڈسپلن کے شکنجے میں باندھ کر رکھتا ہے تاکہ روز آنہ کی معمولی تربیت میں جو ہلکے اثرات تھے وہ شدید ہو جائیں''۔ (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر)

اسی پہلو کو مولانا ایک مختلف انداز میں دوسری جگہ بیان کرتے ہیں:

''نہ صرف روزہ بلکہ تمام عبادات کی غرض یہی ہے کہ ان کے ذریعے آدمی کی تربیت کی جائے اور اس کو اس قابل بنا دیا جائے کہ اس کی پوری زندگی اللہ کی عبادت بن جائے۔'' (خطبات)

روزہ کو عربی میں 'صوم' کہتے ہیں۔ 'فرس صائم' عرب میں ایسے گھوڑے کو کہا جاتا تھا جس کو جنگ میں استعمال کرنے کے لیے بھوکا پیاسا دھوپ میں باندھ دیا جاتا تھا اور بہت کم خوراک دے کر اس کی تربیت کی جاتی تھی۔

ملت اسلامیۂ ہند اس وقت شدید فکری و مادی حملوں کی زد میں ہے۔ اجتماعی قوت نہ ہونے کے باوجود امت کے پاس ایسے افراد موجود ہیں جنھوں نے فکری میدان میں باطل کے دانت کھٹے کیے ہیں اور ان کا منہ توڑ جواب دیا ہے، جس سے بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر باطل امت کے بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں کی نسل کشی پر اتر آیا ہے۔ دردمند دل رکھنے والے نوجوانوں کو بے بنیاد الزامات میں سلاخوں کے پیچھے ڈالا جا رہا ہے اور دہشت گردی مچانے والے سنگھی سوچ کے حامل افراد کو تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ کورونا وائرس کے بہانے لاک ڈاؤن کی آڑ میں ہزاروں نوجوانوں کو دہلی میں اب تک اٹھایا جا چکا ہے۔ Social Distancing کے نام پر مسلمانوں کو اسلام کے عظیم ترین شعائر بالخصوص باجماعت نماز، نماز جمعہ اور مساجد سے دور کر دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں مزید خوف پیدا کرنے کے لیے نماز اور مسجد سے خصوصی لگاؤ رکھنے والی 'تبلیغی جماعت' اور عام مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلائی گئی اور ابھی بھی پھیلائی جا رہی ہے۔ کم پڑھے لکھے مسلمان یا وہ مسلمان جن کا تعلق صرف رمضان کے صوم وصلوٰۃ سے رہتا ہے اور جنہیں قرآن پڑھنا یا اکیلے نماز پڑھنا نہیں آتا، انہیں عجیب قسم کی ذہنی تکلیف میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ ایسے سخت حالات میں رمضان روحانی اور جسمانی تربیت کا پیغام لے کر آیا ہے، جس کا شعوری استقبال ملت کو تحفظ اور استقامت فراہم کرے گا، ان شاءاللہ۔

رمضان کا نظام تربیت جن مطلوبہ صفات کو جِلا بخشتا ہے، ان میں سرفہرست ایک تقوی کی روش ہے اور دوسری صبر؛ یعنی ایک جانب اپنے آپ کو نفس کے ناجائز مطالبات سے روکنا اور دوسری جانب مثبت اور تعمیری پہلو سے استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 'بھلائی، قیام حق، نظام عدل و انصاف کا قیام، اللہ تعالی کی بندگی کے نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا'۔ تیسری مطلوبہ صفت حاجت مندوں اور معاشرے کے غریب افراد کے ساتھ ہمدردی کی صفت پیدا کرنا ہے۔ یہ ہمدردی مالی بھی ہو سکتی ہے اور اشیاء خورد ونوش کی فراہمی کے ذریعے بھی۔ رمضان کے مہینے میں خاتم النبیین ﷺ غیر معمولی طور پر فیاض اور ماہر جود وسخا ہو جاتے تھے۔

ان اعلی صفات کو پیدا کرنے کی تربیت کے ساتھ ساتھ یہ مہینہ ایک اور اہم پیغام بھی لے کر آتا ہے جو تمام عبادات اور معاملات کے مغز کی حیثیت رکھتا

ہے،یعنی جو بھلائی بھی کی جارہی ہے اس کا اصل محرک کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (اجر و ثواب کی نیت) کے ساتھ رکھا تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔'' (بخاری؛ حدیث نمبر 1901) روزے سے ہم اگر اجر و ثواب کی امید کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں تو 'محاسبۂ نفس' اس عمل میں اور اضافہ کر دیتا ہے۔ نفس کو قابو میں کرنے اور اسے اطاعتِ الٰہی کا خوگر بنانے کی ایک اہم تدبیر 'روزہ' ہے اور روزے کے بنیادی مقصد 'تقویٰ' کے حصول کی ایک اہم اور ضروری تدبیر یہ ہے کہ روزہ دار یا مومن بندہ اپنا جائزہ لے کہ اس نے آخرت کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل (یعنی آخرت) کے لیے کیا سامان کیا ہے؟'' (سورہ حشر:18)

ہم اگر دیانت داری کے ساتھ اپنا بے لاگ انفرادی و اجتماعی جائزہ لیں کیوں کہ یہ بے لاگ جائزہ کمزوریوں اور برائیوں کو کھول کر بتا دیتا ہے۔ پھر اگر انسان کے اندر ایمان اور دلِ زندہ موجود ہو تو وہ اپنی اصلاح و تربیت کے لیے سرگرم ہو جاتا ہے اور اس طرح محاسبہ و جائزہ کا عمل حصولِ تقویٰ میں اہم رول ادا کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا مشہور قول 'حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا' ''یعنی احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے۔' محاسبۂ نفس یا احتسابِ نفس تو ایک مستقل عمل ہے لیکن ماہِ رمضان میں اس کی اہمیت تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیے غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ احتساب کے مختلف پہلوؤں کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے اس نسخۂ کیمیا کے ذریعے ماضی کی اپنی بھول تمام چوک کے علاج کے لیے اس مبارک مہینے کے شب و روز میں اللہ تبارک وتعالی سے استعانت اور نصرت کی طلب کے ساتھ خصوصی استغفار کیا جائے۔

اس احتسابی عمل کا آغاز فرد کی انفرادی زندگی سے ہوتا ہے۔ وہ ایک کارکن ہو یا ذمہ دار، اسے سب سے پہلے اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ دعوت دین اور اقامت دین کی جدوجہد میں وہ چاق و چوبند رہا یا معمولی قسم کے عذر نے اس کے قدموں کو پکڑ لیا؟ کیا اس کی زبان سے اس کا پڑوسی، سیاسی اور نظریاتی مخالف محفوظ رہا؟ ہم میں سے ہر شخص ذاتی طور پر اپنا احتساب کرے نیز ہر زندہ دل مسلمان اور تحریک اسلامی کا ہر کارکن موجودہ حالات کے تناظر میں اپنا، اپنے رویوں اور احساسات کا، اپنے مقاصد، اہداف اور سرگرمیوں کا اور جو عہد اس نے اپنے رب سے اور تحریک سے کیا ہے، اس کی روشنی میں احتساب کے ساتھ عزم نو کا عہد کرے تاکہ رمضان کی برکتوں سے وہ خود بھی فیض یاب ہو اور ملت کو بھی طاقت و قوت حاصل ہو۔ یہ محاسبہ و جائزہ جہاں دنیا اور ملت اسلامیہ کے موجودہ عمومی حالات کی روشنی میں لیا جانا چاہئے، وہیں خود تحریک اسلامی جن مراحل سے گذر رہی ہے اور اسے جو مسائل درپیش ہیں، ان کو سامنے رکھ کر بھی کرنا چاہیے۔

رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے اور تاریخ اسلام کے اس پہلے یادگار رمضان میں ہی کفر اسلام اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ بدر کے میدان میں خیمہ زن ہو گیا تھا۔ حالات اتنے نازک تھے کہ رسول اللہ ﷺ فتح و نصرت کی دعا کر رہے تھے اور یہ جملہ دوہرا رہے تھے: 'اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الإِسْلاَمِ لاَ تُعْبَدْ فِي الأَرْضِ' ''اے اللہ! اگر اہل اسلام کا یہ گروہ ختم ہو گیا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت نہیں ہو سکے گی''۔ اللہ نے دعا سن لی، فتح و نصرت کا وعدہ پورا ہوا اور 17 رمضان المبارک کو جذبہ جہاد و شہادت سے معمور مسلمان کامیاب ہوئے۔ اللہ اکبر۔

اس وقت امت مسلمہ ہند سے بھی مختلف بہانوں سے ان کے دین و ایمان کو چھیننے اور ان کی نسل کشی کی کوششیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ سی اے اے، این آر سی اور این پی آر جیسے اور بھی کالے قوانین کے ذریعے ملت کی گھیرابندی کی منظم منصوبہ بندی سامنے آچکی ہے۔ حالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ایسے حالات میں امت کو اپنی روشن تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہوئے جہاں بے لاگ جائزہ و احتساب کی ضرورت ہے وہیں جذبۂ جہاد و شہادت کو پروان چڑھانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے رمضان سے بہتر اور کون سا مہینہ ہو سکتا ہے؟!! یقینا ہم پس ماندہ اور کمزور ہیں لیکن تقوی، صبر، جذبہ جہاد و شہادت اور اللہ کی نصرت کی امید و آس کے ساتھ آج بھی فضائے بدر پیدا کی جا سکتی ہے۔

ملک کی موجودہ صورت حال میں رمضان کی مناسبت سے جن امور کی ترجیحی بنیادوں پر احتساب و جائزہ کی ضرورت ہے، انہیں ذیل میں نکات کی

شکل میں پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ملت اسلامیہ کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور فرض منصبی کی طرف واپس لانے کی شعوری کوشش اور جدوجہد وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عملی پیکر بن کر اس کے مطلوبہ سارے ذرائع حاصل کرنے کی منظم کوشش، جو اس جدوجہد کے لیے ضروری ہے، امت کو موجودہ ذلت ورسوائی سے نکال سکتی ہے۔

۲۔ یہ ملت اپنا ملی شعور کھو چکی ہے، اس کو اس کی یاد دہانی کی سخت ضرورت ہے۔مشکل حالات میں یہ کچھ دیر کے لیے بیدار تو ہوتی ہے لیکن جب طوفان سر سے گذر جاتا ہے تو یہ اپنا ملی احساس بھول جاتی ہے اور جاہلیت کے مختلف نعروں کا شکار ہو کر اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہے۔ضرورت ہے کہ ملت کو سیل رواں بنایا جائے، اس کا خاموش سمندر بن کر رہنا ساری انسانیت کے لیے نقصان کا باعث ہوگا۔

۳۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملت اسلامیہ ہند خصوصا اس وقت صالح اور متقی قیادت سے محروم ہے۔موجودہ قیادت یا تو اپنا وجود و مقام کھو چکی ہے یا وقت اور طاقت کے دباؤ میں کچھ کرنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہی ہے۔ایسے میں نوجوان مخلص و متقی قیادت کی شدید ضرورت ہے۔اسلامی تاریخ اس حیثیت سے مالا مال ہے کہ اس کی گود نوجوان قیادتوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں ہواؤں کا رخ تبدیل کیا ہے۔

۴۔ماہ رمضان میں اپنے گھر کی خصوصی طور پر فکر کی ضرورت ہے۔اس پہلو سے احتساب کی ضرورت ہے کہ ہم نے دعوت کی اشاعت کے لیے جن جن محاذوں پر کام کیا ہے، اُن میں گھر بھی شامل رہا یا نہیں؟ اگر شامل رہا تو کس حد تک؟ عام مشاہدہ یہ ہے کہ تحریک اسلامی کے افراد اپنے گھر کی اسلامی بنیادوں پر تربیت کرنے میں پیچھے یا نا کام رہے ہیں۔اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

۵۔رمضان میں نادار اور محتاجوں کا خیال رکھا جاتا ہے لیکن محتاجی کی ایک شکل اب یہ سامنے آرہی ہے کہ ملت کے نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ جو کچھ کرنے کا جذبہ رکھتا ہے، صحیح رہنمائی کا محتاج ہے۔وہ ہر نئے نعرے کا بڑی آسانی سے شکار بن جاتا ہے۔ضرورت ہے کہ ہم اپنے اپنے علاقوں میں ایسے نوجوانوں کی نشان دہی کر کے انہیں اس مبارک مہینے میں اسلام کا سپاہی بنانے کی کوشش کریں۔

۶۔ملت اس وقت فکری و مادی اعتبار سے دشمنوں کے متحدہ حملوں کی زد میں ہے۔ملکی اور عالمی سطح پر اس کی طاقت و قوت کو ختم کرنے کی منظم کوششوں کا عملی اظہار وقتاً فوقتاً دیکھنے کو ملتا رہتا ہے جس کی تازہ مثال دہلی کا قتل عام ہے۔موجودہ حالات میں رمضان کی مناسبت سے جہاں فکری و نظریاتی کاموں میں تیزی لانے کی ضرورت ہے وہیں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ جنگ بدر، فتح مکہ، یوم باب الاسلام اور دیگر تاریخی واقعات کی روشنی میں ملت کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو پروان چڑھایا جائے نیز نظریاتی وفکری تیاری کے ساتھ ساتھ جسمانی تیاری پر بھی خصوصی توجہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ اس رمضان کو ملت اسلامیہ کے عروج کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

فارم نمبر چار (4) Form

مالک : شیخ نثار شیخ چاند
قومیت : ہندوستانی
پتہ : پہلا منزلہ بسیرا اپارٹمنٹ کے سامنے، سبھاش چوک، آکولہ۔
پرنٹر : شیخ نثار شیخ چاند
قومیت : ہندوستانی
پتہ : پہلا منزلہ بسیرا اپارٹمنٹ کے سامنے سبھاش چوک، آکولہ۔
ایڈیٹر : شیخ نثار شیخ چاند
قومیت : ہندوستانی
پتہ : پہلا منزلہ بسیرا اپارٹمنٹ کے سامنے، سبھاش چوک آکولہ۔
وقفہ اشاعت : ماہانہ
مقام اشاعت : پہلا منزلہ، بسیرا اپارٹمنٹ کے سامنے، سبھاش چوک، آکولہ۔

میں پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر شیخ نثار شیخ چاند اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم کے مطابق بالکل صحیح ہیں۔

دستخط : شیخ نثار شیخ چاند

روزہ کے احکام و آداب کی حکمتیں

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

ترجمہ و ترتیب: خرم مراد

بنیادی اصول:

اللہ تعالیٰ نے انسان پر ایک ایسی امانت کا بار رکھا ہے، جس کو اٹھانے کی لیاقت اور استعداد نہ آسمان و زمین میں ہے نہ پہاڑوں میں۔ یہ امانت، اختیار و ارادہ اور اعمال کی مسئولیت کا مکلف ہونا ہے، جس کی وجہ سے انسان کو ایمان لانے اور اطاعت کرنے سے ثواب ملتا ہے، اور انکار و نافرمانی کرنے سے عذاب۔ انسان بالطبع عالم نہیں ہے، لیکن اس میں علم حاصل کرسکنے کی استعداد ہے۔ اسی لیے، اگر وہ علم حاصل نہ کرے، تو اسے جاہل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بالطبع عادل نہیں ہے، لیکن وہ عادل بن سکتا ہے۔ اسی لیے اگر وہ عدل نہ کرے، تو ظالم ہے۔

انسان و جن کے سوا جس مخلوق سے ہم واقف ہیں، وہ دو نوع کی ہے: ایک جو نہ جہل میں مبتلا ہوسکتے ہیں نہ ظلم کرسکتے ہیں، جیسے فرشتے۔ دوسرے وہ جو نہ علم حاصل کرسکتے ہیں نہ عدل کرسکتے ہیں، جیسے جانور۔ فرشتے حیوانی خصوصیات جیسے بھوک، پیاس، شہوت و غضب اور خوف و غم سے مبرا ہوتے ہیں۔ جانور اس نوعیت کے طبعی اور جسمانی تقاضے پورا کرنے ہی میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو، اس امانت کا بار کام یابی کے ساتھ اٹھانے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کے لیے، اس کی فطرت اور استعداد میں دونوں قسم کی خصوصیات اور قوتیں بخشی ہیں؛ ملکوتی بھی، اور حیوانی بھی یا ملکیت اور بہیمیت۔ ملکوتی قوت و خصوصیات کا سرچشمہ روحِ انسانی ہے، جو فرشتوں سے علاقہ (تعلق) رکھتی ہے۔ حیوانی قوت و خصوصیات کا منبع نفس انسانی اور جسم ہے، جو سارے حیوانات و بہائم میں پایا جاتا ہے۔ مگر جسم ارضی روحِ انسانی کے لیے وہ سواری ہے جس کے ذریعہ وہ آخرت میں اپنی سعادت کی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ اس لیے جسم بھی انسان کی سعادت اور کام یابی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اس کی ملکوتی خصوصیات۔

روح و جسم ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہوسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے مزاحم و مخالف بھی۔ ان دونوں کے درمیان مسلسل کشمکش برپا رہی ہے۔ روح ملکوتی بلندیوں، کی طرف کھینچتی ہے، نفس حیوانی پستیوں کی طرف۔ جب نفس و جسم کی قوتیں غالب آجاتی ہیں، تو روح کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ روح کے تقاضے جب افراط و تفریط میں مبتلا ہوجائیں تو وہ جسم کے تقاضوں کو کچلنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ روش اس سواری کو کم زور کرنے یا ختم کردینے کے مترادف ہے جو انسان کو کام یابی کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

انسان کی حقیقی کام یابی اس میں پوشیدہ ہے کہ اس کی خواہش نفس، ہوس عقل کے تابع ہو، اور نفس حیوانی روح انسانی کی اطاعت کرے۔ لیکن اگر خواہشات و شہوات نفسانی زیادہ قوی ہوں تو وہ روح کے تقاضوں کی تکمیل میں مانع ہوتے ہیں، اس لیے ان خواہشات کو مغلوب کرنا اور قابو میں رکھنا ناگزیر ہے۔ ان خواہشات نفس کو غالب کرنے والے اسباب میں سب سے زیادہ قوی اسباب کھانا پینا اور شہوانی لذتوں میں انہماک ہیں۔ اس لیے ان خواہشاتِ نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ان چیزوں کو کم کیا جائے اس لیے وہ تمام لوگ جو روحانی بلندیوں کا حصول چاہتے

ہیں، وہ کسی بھی مذہب کے پیرو ہوں اور کسی بھی ملک کے رہنے والے ہوں، اس بات پر متفق ہیں کہ اس مقصد کے حصول کی بہترین تدبیر کھانے پینے اور لذتِ شہوانی میں انہماک کو کم کرنا ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ نفس کی خواہشات روحانی وجود کی تابع ہوجائیں اور صبغۃ اللہ میں رنگ جائیں۔ روح جسم کے تقاضوں اور خواہشات سے آزادی حاصل کرلے۔ اس کا راستہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ روح ایک عمل کا مطالبہ نفس سے کرے، اور اس سے اطاعت کرائے، اسے سرکشی نہ کرنے دے۔ پھر بار بار یہی عمل دہرایا جائے، حتیٰ کہ روح کی اطاعت کرنا نفس کی عادت بن جائے۔ مثلاً اکل وشرب اور شہوت جیسی چیزوں کو ترک کرنے کا مطالبہ، جن کی خواہش نفس کرتا ہے اور جن سے اسے لذت حاصل ہوتی ہے۔ یہی روزہ ہے۔

تدابیر زندگی، اہل وعیال اور اموال میں مشغولیت کی وجہ سے سب لوگوں کے لیے خود سے اس قسم کے مجاہدہ اور ریاضت کا پابند رہنا ممکن نہیں، اس لیے یہ ضروری ہوا کہ عام آدمی پر وقفے وقفے سے، اتنی مقدار میں اس ریاضت کو فرض کیا جائے کہ اس کے روحانی تقاضوں کی تکمیل کا سامان بھی ہو اور جو کوتاہیاں ہوگئی ہوں ان کی تلافی بھی ہوجائے۔ گویا وہ اس گھوڑے کی طرح ہوجائے جو لمبی رسّی سے ایک کھونٹے سے بندھا ہوا اور دائیں بائیں چکر لگا کر پھر اپنے تھان پر آکھڑا ہو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ مدت اتنی مقرر کی جائے افراط وتفریط کا امکان نہ ہو۔ نہ کمی کرنے والا اس عبادت کو اتنا کم کردے کہ اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے، نہ زیادتی کرنے والا اتنا زیادہ کرلے کہ اس کا نشاط جاتا رہے اور وہ اپنے نفس کو زندہ درگور کردے۔ اصل میں روزہ ایک تریاق کی طرح ہے۔ اس لیے اس کا استعمال بقدرِ ضرورت ہی کرنا صحیح ہے۔

تقلیل اکل وشرب کے دو طریقے ہوسکتے ہیں؛ ایک یہ کہ کھانے کی مقدار کم کردی جائے، دوسرے یہ کہ کھانے کے درمیان وقفہ طویل کردیا جائے۔ شریعت نے دوسری صورت اختیار کی ہے اس لیے کہ اس طریقے سے آدمی کم زور ہوتا ہے، تھکتا ہے اور بھوک پیاس کو محسوس کرتا ہے، حیوانی خواہشات پر چوٹ بھی پڑتی ہے پہلے طریقے میں کوئی دیرپا اثر نہیں پڑتا، مگر آدمی تھک جاتا ہے۔ نیز اس طریقے میں ہر عام آدمی کے لیے ایک ہی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ لوگوں کی حالت مختلف ہوتی ہے؛ ایک آدمی ایک پاؤ کھاتا ہے تو دوسرا

روح وجسم ایک دوسرے کے معاون ومددگار بھی ہوسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے مزاحم ومخالف بھی۔ ان دونوں کے درمیان مسلسل کشمکش برپا رہی ہے۔ روح 'ملکوتی بلندیوں' کی طرف کھینچتی ہے، نفس 'حیوانی پستیوں' کی طرف۔ جب نفس وجسم کی قوتیں غالب آجاتی ہیں، تو روح کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ روح کے تقاضے جب افراط وتفریط میں مبتلا ہوجائیں تو وہ جسم کے تقاضوں کو کچلنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ روش اس سواری کو کم زور کرنے یا ختم کردینے کے مترادف ہے جو انسان کو کامیابی کی منزل تک پہنچاسکتی ہے۔

آدمی آدھا سیر۔ خوراک کی مقدار میں جو کمی ایک آدمی کے ضبطِ نفس کے لیے ضروری ہوگی، وہ دوسرے کے لیے ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ مدت کا تعین لوگوں کی رائے پر چھوڑا جائے۔ اس لیے کہ ایسا کرنا قاعدۂ تشریع کے خلاف ہوگا۔ یہ مدت بھی نہ ہونی چاہیے کہ صحت کے لیے مضر ہوجائے، اس لیے کہ یہ مقصودِ شرعی کے خلاف ہوگا اور عام لوگوں کے لیے ناقابلِ عمل۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بھوکا رہنا بار بار ہو تاکہ مشق ہو اور اطاعت کا ملکہ پیدا ہو۔ ایک دفعہ بھوکا رہنے میں کوئی فائدہ نہیں، خواہ بھوک کتنی ہی شدید اور طویل ہو۔

یہ بھی ضروری ہے کہ نفس کو اس طرح مغلوب کرنے کے لیے کہ وہ ہلاکت تک نہ پہنچ جائے، بھوک پیاس کی مدت اور اس کی تکرار کے لیے تعین میں ایسی مقداریں اختیار کی جائیں جو عام لوگوں میں مستعمل ہوں اور جن کو ذی عقل، بے وقوف، شہری، دیہاتی سب جانتے ہوں۔

ان تشریعی اصولوں کے مطابق شریعت الٰہی میں روزہ کے لیے ایک ایک دن کی مدت، اور تکرار کے لیے ایک ماہ کی مدت مقرر کی گئی۔

جب روزہ کی عبادت تمام لوگوں کے لیے فرض کی گئی اور سب کی اصلاح

اورعرب وعجم کی فلاح مطلوب ہوئی تو یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو اس مہینہ کے انتخاب میں آزاد نہ چھوڑا جائے کہ ہر شخص اُس مہینہ کو اختیار کرے، جس میں اس کے لیے روزہ رکھنا آسان ہو۔ اس طرح تاویل اور عذر و فرار کا راستہ کھل جاتا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہوجاتا اور اسلام کی یہ عظیم الشان عبادت گم نامی اور غفلت کا شکار ہوجاتی۔

جب ایک مہینہ مقرر کرنا ضروری ہوا، تو اس مہینہ سے بہتر اور کون سا مہینہ ہوسکتا تھا جس میں قرآن مجید نازل ہوا، ملت مستحکم اور راسخ ہوئی اور جس میں شب قدر جیسی رات پائی جاتی ہے۔

روزہ کے احکام و آداب کی حکمتیں

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جب تک چاند نظر نہ آئے روزہ نہ رکھو، اور چاند دیکھے بغیر روزے ختم نہ کرو پھر اگر ابر ہوجائے تو اندازہ کرلو''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''تیس روزے پورے کرلو''۔

روزوں کے لیے قمری مہینہ اختیار کیا گیا ہے جس کا انحصار رویت ہلال پر ہے، اور وہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے کبھی انتیس کا۔ اسی لیے اشتباہ کی صورت میں قمری مہینہ کی اس بنیاد کی طرف رجوع کرنا ہی ضروری ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ تشریع کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ احکام کی بنیاد ایسے امور پر ہو جن کو عام اور اَن پڑھ لوگ بھی آسانی سے جان لیں، بغیر اس کے کہ وہ تعمق (بہت زیادہ گہرائی) میں پڑ کر بال کی کھال نکالیں یا پیچیدہ حساب کتاب میں پڑیں، بلکہ شریعت نے ایسی چیزوں کا سد باب کیا ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہم ان پڑھ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا''

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''عید کے دو مہینوں، رمضان اور ذوالحجہ، میں کبھی نقصان نہیں ہوتا''۔ بعض نے کہا ہے کہ دونوں مہینے ایک ہی سال میں انتیس انتیس کے نہیں ہوتے۔ بعض نے کہا ہے کہ مہینہ انتیس کا ہو یا تیس کا، اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ دوسری توجیہ قواعد تشریع کے زیادہ مطابق ہے۔ گویا آپ ﷺ نے اس بات کا انسداد کیا کہ دلوں میں خواہ مخواہ کوئی وہم یا کھٹک پیدا ہو۔

احکامِ صوم کے باب میں دوسرے احکام کی طرح شریعت کے اہم مقاصد میں سے یہ ہے کہ تعمق کے اسباب کا سد باب کیا جائے۔ یہود و نصاریٰ اور عبادت گزار اہلِ عرب بھی روزہ کا اہتمام کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ روزہ کا اصل مقصود نفس کو مغلوب کرنا ہے، اس لیے انہوں نے تعمق کیا اور کئی بدعات ایجاد کیں تاکہ نفس اور زیادہ مغلوب ہو۔ مگر اسی طرح دین الٰہی میں تحریف ہوتی ہے۔ یہ تحریف کمیت اور کیفیت، دونوں پہلوؤں سے ہوتی ہے۔

کمیت کے لحاظ سے تحریف کے انسداد کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا، اور عید کے دن اور شک کے دن بھی روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ ایسے روزہ اور رمضان کے روزہ میں کوئی فصل نہیں ہے (جب کہ فرض کا ممیز رہنا اہم تشریعی اصول ہے)۔ اس کا بھی امکان تھا کہ وہی لوگ ایسے روزہ کو اپنے اوپر لازم کرلیں، اور متاخرین اس کو سنت سمجھ کر اس کی پابندی شروع کردیں، اور اسی طرح ان کے بعد کے طبقات بھی۔ اس طرح (جو چیز لازم نہ تھی اس کو لازم کرلینے سے) دین میں تحریف ہوجائے۔ تعمق کی جڑ یہی ہے کہ احتیاط اس حد تک کی جائے کہ وہ فرض کی طرح ہوجائے۔

کیفیت کے لحاظ سے تحریف کے انسداد کی مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صوم وصال (مسلسل بلا سحری روزہ) سے منع فرمایا، سحری کھانے کی ترغیب دی ہے اور سحری میں تاخیر کرنے اور روزہ جلد افطار کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیوں کہ یہ سب باتیں اس تشدد اور تعمق میں شامل ہیں جو جاہلیت کے کام ہیں۔

نبی ﷺ کے اس قول میں کہ ''جب شعبان کا مہینہ آدھا گزر جائے تو روزہ نہ رکھو'' اور اُم سلمہؓ کی اس حدیث میں کہ حضور ﷺ رمضان اور شعبان میں متواتر روزے رکھتے، کوئی تعارض نہیں ہے۔ نبی ﷺ بذاتِ خود بعض ایسے فعال کرتے تھے جن سے اپنی امت کو منع فرماتے۔ یہ ممانعت تعمق اور تحریف کے سد باب کے لیے ہوتی ہے یا اصول قائم کرنے کے لیے۔ آپ ﷺ اس بات سے مامون تھے کہ کسی چیز کو بے محل کریں یا حد سے تجاوز کریں کہ ضعف جسمانی یا ملال خاطر پیدا ہو، لیکن آپ ﷺ کے سوا اور کوئی شخص مامون نہیں ہے، اس لیے باقی سب کے لیے ضروری ہوا کہ تشریع (قانون یا اصول بنانے) کے ذریعہ تعمق کا دروازہ بند کیا جائے۔

رویت ہلال کے ثبوت کے لیے ایک مسلمان کی شہادت کافی سمجھی گئی، وہ عادل ہو یا مستور الحال۔ رسول ﷺ نے دونوں صورتوں میں عمل فرمایا۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے (صرف یہ) پوچھا، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے بلالؓ! لوگوں میں منادی کردو کہ کل

روزہ رکھیں)۔ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے گواہی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ ﷺ نے روزہ رکھ لیا۔ملت کے سارے معاملات کے بارے میں یہی حکم ہے(کہ غیر ضروری تحقیق وتفتیش سے اجتناب کیا جائے)۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ’’سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔‘‘

سحری میں دو برکتیں ہیں؛ ایک برکت جسم کے لیے ہے کہ وہ کمزور نہیں ہوتا۔روزہ کا مقصد پورا کرنے کے لیے پورے ایک دن کھانے پینے اور شہوت سے رکنا کافی ہے لہذا اس میں اضافہ نہ کرنا چاہیے۔دوسری برکت کا تعلق تدبیر دینی سے ہے۔وہ یہ کہ لوگ دین میں تعمق نہ کریں اور اس میں تحریف وتغیر نہ داخل ہو۔اسی لیے آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ ’’جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، ان کی حالت اچھی رہے گی۔‘‘ نیز یہ کہ ’’ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزہ میں فرق سحری کھانے کا ہے۔‘‘ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے۔‘‘ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ان معاملات میں اہلِ کتاب نے تحریف کی ہے، اس لیے ان سے مختلف رہنے اور ان کی داخل کردہ تحریف کو رد کرنے سے ملت صحیح راہ پر قائم رہے گی۔

نبی ﷺ نے صومِ وصال سے منع فرمایا ہے؛ یہ ممانعت بھی دو مقاصد کے لیے ہے۔ایک یہ کہ روزہ جان کی ہلاکت کا سبب نہ ہو۔دوسرے یہ کہ دین میں تحریف نہ ہو۔نیز نبی ﷺ نے فرمایا کہ ’’تم میں سے کوئی جب اذان سنے اور اس کے ہاتھ میں برتن ہو تو وہ اس کو رکھ نہ دے۔بلکہ اپنی حاجت پوری کرلے۔‘‘ اذان سے مراد حضرت بلالؓ کی اذان ہے جس سے وہ سحری کا وقت ختم ہو جانے کا اعلان کرتے تھے(یہ ہدایت بھی تشدد و تعمق سے بچنے کے لیے ہے۔)

آپ ﷺ کی یہ ہدایت کہ آدمی کھجوروں یا پانی سے افطار کرے، اس لیے ہے کہ انسان طبعاً میٹھی چیز کی طرف میلان رکھتا ہے، خصوصاً بھوک کی حالت میں۔جگر بھی شیریں چیز کو پسند کرتا ہے، اور اہلِ عرب کی طبائع کھجور کو مرغوب رکھتی ہیں۔ایسے امور میں طبیعت کے میلان پر اثر پڑتا ہے اور غذا صحیح طور پر ہضم ہو جاتی ہے۔یہ بھی برکت کی ایک قسم ہے۔

افطار کے وقت نبی ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ۔اس میں اشارہ ہے کہ جن باتوں کو انسان بالطبع مرغوب رکھتا ہے یا اس کی عقل ان کو پسند کرتی ہے، ان کے حصول پر بھی شکر ادا کرنا چاہیے۔اور ایک دعا یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ۔اس دعا میں اخلاص عمل اور شکر نعمت کی تاکید ہے۔

نیز نبی ﷺ نے فرمایا کہ ’’جب کوئی آدمی جمعہ کے دن روزہ رکھے تو اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ایک دن روزہ رکھے۔‘‘ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’جمعہ کی رات کو قیام کے لیے اور دن کو روزہ کے لیے مخصوص نہ کرو۔‘‘

ان ہدایات کا راز دو حکمتوں میں ہے: ایک حکمت یہ ہے کہ تعمق کا دروازہ بند کر دیا جائے۔اس لیے کہ شارع نے جمعہ کے دن کے لیے بعض عبادات مخصوص کی ہیں اور اس کی فضیلت بھی بیان کی ہے۔جمعہ کے دن کے لیے مخصوص کرنے میں اس بات کا امکان تھا کہ تعمق کرنے والے اس دن کے روزہ کو بھی انہی عبادات میں شمار کرلیں۔دوسری حکمت یہ ہے کہ جمعہ کے دن کی حقیقت بہ حیثیت عید کے دن کے برقرار رہے۔عید خوشی منانے اور لذت حاصل کرنے کا دن ہوتا ہے اور جمعہ کو عید قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ اس دن کا اجتماع لوگوں کے لیے ایسا اجتماع بن جائے جس میں وہ بغیر جبر واکراہ کے، پوری رغبت کے ساتھ شریک ہوں۔جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو لازمی قرار دینے سے یہ حکمت مجروح ہوتی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’عید الفطر اور عید الاضحی کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔‘‘ اور یہ بھی کہ ’’ایام تشریق کھانے پینے اور ذکرِ الٰہی کے دن ہیں۔‘‘ ان ہدایات میں بھی یہی حکمت ہے کہ عید کے دنوں کی یہ حقیقت برقرار رہے کہ یہ خوشی کے دن ہیں، زہدِ خشک اور دین میں تعمق سے بچا یا جائے۔

اس حدیث میں کہ ’’نبی ﷺ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے تھے، جس سے منہ کی بو زائل ہوتی ہے‘‘ اور آپ ﷺ کے اس ارشاد میں کہ ’’روزہ دار کے منہ کی یہ بو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے‘‘، کوئی تعارض نہیں ہے۔دوسرے قول میں مبالغہ کا اسلوب بیان ہے گویا کہ روزہ دار اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے کہ اگر اس کے منہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو وہ بھی اس محبت کی وجہ سے اسے محبوب ہے۔(نہ یہ کہ روزہ دار کے منہ سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے اس کو زائل نہ کیا جائے)

یہ وہ بعض حکمتیں ہیں جو احکام صوم کے باب میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔

(ماخوذ از حجۃ اللہ البالغۃ؛ بہ حوالہ روزہ اور رمضان)

(☆☆☆)

روزہ اور ترکِ گناہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ

اخذ واستنباط: عارفہ اقبال

حضور ﷺ نے روزے دار کے حق میں ارشاد فرمایا ہے:

جس شخص نے قولِ باطل اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(بخاری: جلد اول، ص 255)

طاعات (بندگی) کا صحیح ہونا اور نیکیوں کا قبول ہونا، اس پر موقوف نہیں کہ گناہ کہ بالکل چھوڑ دیا جائے لیکن گناہوں کی موجودگی میں طاعات کی برکت ضرور کم ہوجاتی ہے۔ اگر کوئی نماز بھی پڑھتا ہو اور غیبت بھی کرتا ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ غیبت کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوئی، جیسا کہ بعض لوگ جب گناہ نہیں چھوڑتے تو، طاعت ترک کر دیتے ہیں۔ ایک شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ کلمہ پڑھ لے، مگر اس نے کہا کہ ایک کلمے سے کیا ہوگا، میرے گناہوں کی پوٹ اتنی ہے کہ ایک کلمہ اس کو میرے سر سے اتار نہیں سکتا۔ آخر اسی طرح اس کی مایوسی سے بچنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر گناہ بھی کرے اور طاعت بھی، تو دونوں کی سزا و جزا الگ الگ ہے۔ اس لیے جتنی طاعت بھی کر سکے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص روزے کے دوران جھوٹ اور بُرے کاموں کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ یعنی جب گناہ کی بات اور گناہ کا کام نہ چھوڑا تو روزے کا کیا فائدہ ہوا! مقصود یہ ہے کہ ہر چند کہ ثواب ملتا ہے، مگر نیک کاموں کی برکت کم ہوجاتی ہے۔ مثلاً غیبت کی اور پھر نماز بھی پڑھی، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز کا ثواب نہیں ملا، لیکن نماز کی برکت ضرور کم ہوجائے گی۔ جو نورانیت غیبت کے ترک کی حالت میں نماز کے اندر ہوتی ہے، وہ نورانیت ارتکابِ غیبت کے بعد نہ ہوگی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک تندرست آدمی غذا کھائے تو نافع اور مقوی ہوگی اور ایک مریض کھائے جس کا معدہ خراب ہے تو زیادہ مفید نہ ہوگی، اگرچہ کم و بیش اثر ضرور ہوگا۔ لہٰذا گناہوں کو چھوڑنے کے بعد جو نیک کام ہوں گے، ان میں زیادہ برکت ہوگی۔

روزے کے آدابِ ضروریہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جیسے کھانے پینے سے منہ بند رکھتے ہیں، اسی طرح دوسرے گناہوں کو بھی بالکل ترک کردیں۔ عجیب بات ہے کہ لوگ روزے میں کھانے پینے اور صحبت کے ترک کو تو ضروری سمجھتے ہیں لیکن گناہ کے ترک کو ضروری نہیں سمجھتے، حالاں کہ وہ تینوں کام ایسے ہیں کہ دوسرے اوقات میں حلال بھی تھے اور رمضان میں بھی رات کے وقت جائز ہیں۔ جب روزے کی وجہ سے بعض حلال کام بھی حرام ہو گئے تو جو اعمال ہر وقت حرام ہیں، ان کا ترک روزے میں کیوں ضروری نہ ہوگا؟!! پس اگر کسی نے روزے میں غیبت کی یا بری نگاہ سے دیکھا تو یہ تو نہ کہیں گے کہ اس کا روزہ نہیں ہوا، مگر یہ کہیں گے کہ روزے کی برکت جاتی رہی۔

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال)

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاکم اپنے فرائض منصبی اچھی طرح انجام دے اور رشوت بھی لے، اور اگر احکام بالا کو اطلاع ہوجائے تو رشوت ستانی پر سزا تو ملے گی لیکن جتنا کام کیا تھا، اس کی تنخواہ بھی ملے گی۔

اس پر تو سب کا اجماع ہے کہ گناہ کرنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا اور اس کی قضا نہیں کرنا پڑے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ

روزہ نہ ہوگا، کوئی اور معنی ہیں۔ سو وہ یہی ہیں کہ حق تعالیٰ کو زیادہ توجہ اس ترکِ طعام پر نہ ہوگی۔ گناہوں کے ساتھ ساتھ جو طاعت کی جاتی ہے، اس سے وہ نور، شگفتگی اور مسرت نہیں محسوس ہوتی جو نیکی سے حاصل ہونی چاہیے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بہت لذیذ کھانا پکایا اور اس میں تھوڑی راکھ بھی جھونک دی، جس سے مزا کرکرا ہوگیا۔

گناہ کو طاعت سے دو قسم کا تعلق (نسبت) ہے۔ بعض گناہ تو ہیں کہ وہ نیکیوں کو ضائع کر دیتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی نیک عمل صحیح ہوتا ہی نہیں، مثلاً کفر اور ایذاء رسول ﷺ اور احسان کرنے کے بعد اس کو جتانا اور تکلیف پہنچانا۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ گناہوں کے ساتھ بھی نیکی قبول ہوتی ہے، وہ ایسے گناہوں کے متعلق نہیں ہے۔ یہاں صرف وہ معاصی مراد ہیں جن کے وجود کو طاعت کے وجود یا بقا میں دخل نہ ہو۔ ایسے گناہوں کے بارے میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ان سے نیکیاں ضائع نہیں ہوتیں، برکت جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر گناہوں سے نہ بچے تو کھانا پینا چھوڑنے کا کیا فائدہ!''

> حضور ﷺ نے روزے دار کے حق میں ارشاد فرمایا ہے:
>
> **''جس شخص نے قولِ باطل اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔**
>
> **(بخاری: جلد اول، ص 255)**

اب اس حدیث کے مقصود پر غور کرنے کی ضرورت ہے، یعنی یہ گناہ کے ترک کا اہتمام بالخصوص روزے میں ضروری ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ گناہ بُرا ہے تو کم از کم مہینہ بھر کے لیے تو گناہ چھوڑ دو۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس مہینے کے بعد گناہ کرنے کی اجازت ہے کیوں کہ نفس سے وعدہ لینا مشکل ہے۔ اس واسطے میں یہ کہا کہ ایک مہینے کے لیے گناہ کرنے کا عہد کرلو۔ اس میں آسانی ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے تَنَبُّہ (نصیحت/آگاہی) ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنے نفس سے یہ صلح کرلی تھی کہ ایک گھنٹہ ذکر کرلو، اس کے بعد ایک گھنٹے کے لیے، اسی طرح مدتوں مشغول رہے۔ پس نفس سے یہ کہہ دو کہ رمضان تک کوئی گناہ نہ کرے اور صرف ایک مہینے کا عہد اس سے لو۔ پھر اس کے بعد، میرا یقین ہے کہ، رمضان تقویٰ کی حالت میں گزر گیا تو پھر تو یہ تقویٰ ان شاء اللہ نہ ٹوٹے گا۔ غرض اس ماہ کے لیے سب گناہ چھوڑ دو۔ زبان کے گناہ بھی، جیسے گالیاں دینا، غیبت، شکایت کرنا، کسی ناجائز مضمون کا پڑھنا ـــــــ کان کے گناہ بھی جیسے گالیاں سننا، گانا سننا ـ ـ ـ ـ ـ ہاتھ کے گناہ بھی، جیسے ناچ کی مجلس میں جانا، جھوٹے مقدمے کی پیروی کے لیے جانا، جھوٹی شہادت کے لیے جانا اور سب سے بڑھ کر پیٹ کے گناہ جیسے رشوت کا، سود کا اور غصب کے مال کا کھانا۔

غرض رمضان میں ہر قسم کے گناہ بالکل چھوڑ دو، پھر ان شاء اللہ وہ روزہ، مبارک روزہ ہوگا اور پھر وہ تمہاری شفاعت کرے گا اور وہ روزہ ہوگا جس کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں: انا اجزی بہ (میں خود اس کا بدلہ دیتا ہوں) اور اگر گناہ نہ چھوڑے تو روزہ ہوگا لیکن ایسا ہوگا کہ جیسے تم کسی اپنے دوست سے کہو کہ ہم کو ایک آدمی لا دو اور وہ کسی ایسے آدمی کو لا دے کہ اس کے کان بھی نہ ہوں، آنکھ بھی نہ ہو، لنگڑا بھی ہو، لنجا بھی ہو، بات بھی نہ کرسکتا ہو، تو یہ شخص آدمی تو ضرور ہے، لیکن بے کار۔ صرف ایک سانس کے چلنے کی وجہ سے اس کو حیوان ناطق کہیں گے۔ تو جیسے یہ شخص آدمی ہے بھی اور نہیں بھی، ایسا ہی یہ روزہ ہے بھی اور نہیں بھی۔ اور یہ روزہ اس قابل ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔

اب ختم کرتا ہوں۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا۔ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ توفیق عطا فرمائے۔

(ماخوذ از مفاسد گناہ؛ بہ حوالہ روزہ اور رمضان)

مسئلہ فلسطین اور صدی کا امریکی ظلم

افتخار گیلانی

ناروے کی سمندری حدود میں 1979ء میں پٹرولیم کے ذخائر نکالنے کا کام شروع ہوا،تو یورپ وامریکا کے متعدد عیسائی اور یہودی اداروں نے ناروے حکومت پر دباؤ ڈالا کہ ’’یہ تیل اسرائیل کو ارزاں نرخ پر یا مفت مہیا کیا جائے۔‘‘ان کی دلیل تھی: ’’چوں کہ تیل کی دولت سے مالامال عرب ممالک اسرائیل کو تیل فراہم نہیں کرتے اور ایران میں مغرب نواز رضا شاہ پہلوی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی فراہمی اور زیادہ مشکل ہوگئی ہے، اس لیے ناروے کو اپنے وسائل یہودی ریاست کی بقا کے لیے وقف کر دینے چاہییں۔‘‘ ناروے کی 150 رُکنی پارلیمان میں اس وقت 87 اراکین ’فرینڈز آف اسرائیل‘ تنظیم کے سرگرم رکن تھے۔ تاہم کوئی فیصلہ کرنے سے قبل ناروے کے وزیراعظم اوڈوار نورڈلی (Ordvar Nordli) نے ’فلسطین لبریشن آرگنائزیشن:PLO ‘ تاسیس 1964ء، کے رہنماؤں اور عرب ممالک کا موقف جاننے کی خواہش ظاہر کی۔

بیش تر عرب ممالک نے اسرائیل کو پٹرولیم مہیا کرنے کی پُرزور مخالفت کی۔ ان کی دلیل تھی کہ ’’اس کے بعد اسرائیل اور بھی زیادہ شیر ہوجائے گا اور امن کے لیے کوششیں مزید دشوار ہوجائیں گی‘‘، مگر پی ایل او کے سربراہ یاسر عرفات (م: 11 نومبر 2004ء) نے ناروے کے وزیراعظم کو بتایا کہ ’’چاہے آپ اسرائیل کو تیل فراہم کریں یا نہ کریں، وہ یہ تیل حاصل کر کے ہی رہے گا۔ براہِ راست نہ سہی بالواسطہ دنیا میں کئی ملک اور افراد ہیں، جو یہ خرید کر اسرائیل کو سپلائی کریں گے۔ لہٰذا، بہتر یہ ہے کہ ناروے، اسرائیل کے ساتھ اپنی خیر سگالی خاطرخواہ فائدہ اٹھا کر فلسطینی قیادت اور اسرائیل کے درمیان پس پردہ مذاکرات کا سلسلہ شروع کروا کے ثالث کا کردار نبھائے۔‘‘

ناروے کی انھی کاوشوں کی صورت میں 14 سال بعد ’اوسلو اکارڈ‘ (معاہدہ اوسلو 13 ستمبر 1993ء) وجود میں آیا۔ جس کی رُو سے فریقین نے ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے دو ریاستی فارمولے پر مہر لگائی۔ یاسر عرفات کو فلسطینی اتھارٹی کا سربراہ تسلیم کیا گیا اور مغربی کنارہ اور غزہ کی پٹی ان کے حوالے کی گئی۔ فلسطین کو مکمل ریاست کا درجہ دینے، سرحدوں کا تعین، سیکورٹی، فلسطینی مہاجرین کا مسئلہ اور القدس یا یروشلم شہر کے مستقبل کے بارے میں فریقین نے مزید بات چیت کے لیے ہامی بھرلی۔ اندازہ تھا کہ اس دوران اعتماد سازی کے اقدامات، ملاقاتوں کے سلسلے اور پھر فلسطینیوں اور عام یہودی آبادکاروں کے درمیان رابطے سے ایک اعتماد کی فضا قائم ہوجائے گی، جس سے پیچیدہ مسائل کے حل کی گنجائش نکل آئے گی۔

اسرائیل نے فلسطینی ریاست کے قیام اور فلسطینی مہاجرین کی واپسی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا

کرکے 'اوسلو اکارڈ' کی روح نکال دی تھی، مگر اب امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے فلسطین کا جو نقشۂ کار جاری کیا ہے، اس نے تو 'اوسلو کارڈ' کو مکمل طور پر دفنا دیا ہے۔ 'اوسلو اکارڈ' میں تو ایک فلسطینی ریاست قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا، مگر 'ٹرمپ کے منصوبے' (ڈیل آف سنچری) کے مطابق: ''فلسطین، اب صرف مغربی کنارہ اور غزہ پر مشتمل ہوگا۔ مکمل ریاست کے بجائے اسرائیل کی زیرِنگرانی اب محض ایک محافظت (Proctectrate) کی شکل میں ہوگا۔ جس کی سلامتی اور دیگر امور اسرائیل طے کرے گا۔ یہ فلسطینی حکومت فوج نہیں رکھ سکے گی تاہم ایک پولیس فورس تشکیل دے سکے گی۔ اس کی سرحدوں کی حفاظت اسرائیل کی ذمہ داریوں میں شامل ہوگی۔''

یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ غزہ سے فلسطینیوں کا مکمل انخلا کرکے ان کو صحرائے سینا میں بسایا جائے گا اور غزہ کا علاقہ مکمل طور پر اسرائیل کے حوالے کیا جائے گا۔ 1993ء اوسلو میں اسرائیلی اور فلسطینی قیادت کے درمیان طے پائے گئے سمجھوتے میں ایک فلسطینی اتھارٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جس سے 40 لاکھ کی آبادی کو دو خطوں؛ مشرق میں 'غزہ' اور اُردن کی سرحد سے متصل 'مغربی کنارے' میں تقسیم کیا گیا تھا۔ نسبتاً وسیع مغربی کنارے کا انتظام 'الفتح' کی قیادت فلسطین لبریشن آرگنائزیشن (پی ایل او) کے پاس ہے، وہیں غزہ میں اسلامی تحریک 'حماس' (تاسیس: ۱۹۸۷ء؛ بانی شیخ احمد یاسین: ۱۹۳۷ء تا ۲۲/مارچ ۲۰۰۴ء) برسرِاقتدار ہے۔ جہاں پی ایل او، اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے، حماس یہودی ریاست کے وجود سے ہی انکاری ہے۔ چوں کہ مغربی کنارہ اور غزہ کے درمیان کوئی زمینی رابطہ نہیں ہے، اس لیے امریکی صدر کے مطابق ان کو منسلک کرنے کے لئے اسرائیلی علاقوں سے ۳۰ میٹر اُوپر ۱۰۰ کلومیٹر دنیا کا ایک طویل ترین فلائی اوور بنایا جائے گا۔ مغربی کنارے میں جو تقریباً 15/یہودی علاقے ایک طرح سے زمینی جزیروں کی صورت میں ہیں، ان کو اسرائیل کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے مخصوص شاہراہیں تعمیر کی جائیں گی۔

ایک سال قبل دہلی کے دورے پر آئے یہودی عالم ڈیوڈ روزن (David Rosen) نے مجھے بتایا تھا کہ ''سابق امریکی بارک اوباما جس خاکے کو تیار کرنے میں ناکام ہوگئے تھے، ٹرمپ، سعودی عرب و دیگر عرب ممالک کے تعاون سے فلسطین کے حتمی حل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔''

آئیرلینڈ کے چیف ربی ڈیوڈ روزن، اسرائیل (Chief Rabbinate) کے چیف ربائیٹ، یعنی مذہبی امور کے رکن ہیں اور امریکی جیوش کونسل (AJC) کے سربراہ بھی رہ چکے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں امن مساعی اور خصوصاً اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان بیک چینل تعلقات کے حوالے سے وہ خاصے سرگرم ہیں۔ وہ سابق سعودی بادشاہ عبداللہ بن عبدالعزیز (متوفی ۲۳/جنوری ۲۰۱۵ء) کی ایما پر قائم 'کنگ عبدالعزیز انٹرنیشنل سینٹر فار انٹرریلیجنز اینڈ کلچر ڈائیلاگ' King Abdullah bin Abdulaziz International Centre for Interreligious and Intercultural Dialogue کے بورڈ ممبر بھی ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں اس وقت یہ تین عوامل اسرائیل کو امن مساعی کے لیے مجبور کر رہے ہیں: ''تمام تر جارحانہ کارروائیوں کے باوجود نسل پرست یہودیوں اور اسرائیلی حکام کو ادراک ہوگیا ہے کہ وہ ناقابلِ تسخیر نہیں ہیں۔ ویسے تو اس کا اندازہ 1973 کی جنگ رمضان اور بعد میں 2006 میں جنگ لبنان کے موقعے پر ہوگیا تھا، مگر حالیہ کچھ عرصے سے یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے۔ اس لیے دنیا بھر کے یہودی چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ تاریخ کا پہیہ کوئی اور رخ اختیار کرے، اسرائیل کی سرحدوں کا تعین کرکے، پڑوسی ممالک سے اس کا وجود تسلیم کرایا جائے۔ یہودی عالم کا کہنا تھا کہ توسیع پسندی اب کسی بھی صورت میں اسرائیل کے مفاد میں نہیں ہے۔ فوجی اعتبار سے اگرچہ اسرائیل سرحدوں کو وسیع کرنے کی قوت رکھتا ہے، مگر اس کے نتیجے میں مقبوضہ علاقوں کی آبادی کو بھی اس ناجائز قبضے کے ساتھ میں شامل کرنا پڑے گا، جس سے ظاہر ہے کہ یہودی اقلیت میں تبدیل ہوجائیں گے۔ دنیا بھر میں یہودی محض ایک کروڑ ہیں، جن میں ۶۰/لاکھ کے قریب اسرائیل میں رہتے ہیں۔ اس لیے فلسطینیوں سے زیادہ اسرائیلیوں کے لیے بھی اپنی بقا کے لیے سرحدوں کا تعین کرنا ضروری ہے۔

دوسرا یہ کہ اسرائیلی علاقوں میں مسلمانوں کی افزائش نسل یہودیوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ۱۹۷۶ء میں عرب، اسرائیل کی آبادی کا ۱۴ فی صد تھے، جو اب لگ بھگ ۲۲ فی صد ہو چکے ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جنھوں نے اسرائیل کی شہریت تسلیم کی ہوئی ہے اور 'اسرائیلی عرب' کہلاتے ہیں۔

تیسرا اہم سبب یہ ہے کہ اسرائیل اور فلسطین کے مشرقی ساحل پر حالیہ کچھ

عرصے سے تیل اور گیس کے وسیع ذخائر دریافت ہو رہے ہیں۔ کہاں وہ اسرائیل، جہاں پانی اور تیل کا فقدان تھا، اب وہ خطے میں عرب ممالک کو پیچھے چھوڑ کر پٹرولیم کا مرکز بننے والا ہے۔ اس لیے وہ اب ہر صورت میں امن کو یقینی بناتے ہوئے، پوری سمندری حدود پر کنٹرول چاہتا ہے۔"

حیفا کے پاس سمندر سے صاف پانی کشید کرنے کا دنیا کا سب سے بڑا پلانٹ کے معاملے میں اسرائیل پہلے ہی خود کفالت اختیار کر کے اب اردن کو بھی پانی سپلائی کرتا ہے۔ اسرائیل نے اب اردن اور مصر کو گیس کی ترسیل کر دی ہے۔ اس وقت مصر کو اسرائیل سے ۸۵ ملین کیوبک میٹر گیس فراہم ہو رہی ہے، جس سے اسرائیل سالانہ ۱۹ء۵ (پانچ اعشاریہ ۱۹) ارب ڈالر کماتا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ چند سال قبل تک اسرائیل، مصر سے تیل و گیس خریدتا تھا۔ حیفا سے ۱۰۰ رکلومیٹر دُور سمندر میں تامار اور لیویاتھان (Leviathan) کے مقام پر اسرائیل نے گیس کے وسیع ذخائر دریافت کیے ہیں۔

بحیرہ روم میں دیگر مقامات پر بھی پٹرول اور گیس کے 'وسیع ذخائر' موجود ہیں، جن پر فلسطینیوں کا دعویٰ ہے، مگر اس سمندر کا ۹۰ فی صد اقتصادی زون اسرائیل کی تحویل میں ہے۔ لیویاتھان کے مقام پر ہی ۲۱ ٹریلین کیوبک فیٹ گیس کے ذخائر اگلے 40 سال تک اسرائیل کی ضروریات کے لیے بہت کافی ہیں۔ پچھلے ماہ یونایان کے دارالحکومت ایتھنیز میں اسرائیلی وزیراعظم بنامین یتن یاہو نے ۶؍ارب ڈالر لاگت سے 'ایسٹ میڈ پائپ لائن' بچھانے کے معاہدے پر دستخط کیے، جو اسرائیل سے قبرص ہوتے ہوئے یونان اور اٹلی اور دیگر مغربی ممالک کو گیس کی ترسیل کرے گی۔ اس پائپ لائن سے یورپ کی توانائی کی ۱۰ فی صد ضروریات پوری ہوسکیں گی۔

تاہم، امریکی صدر ٹرمپ کی طرف سے فلسطینی مسئلے کا جو فارمولا منظرعام پر آیا ہے، اس سے شاید ہی امن کی امید بندھ سکتی ہے۔ خدشہ ہے کہ یہ اس خطے کے لیے مزید پیچیدگیاں پیدا کرسکتا ہے۔ اس کے مطابق فلسطینی مہاجرین کی اپنے گھروں کو واپسی کا معاملہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے۔ 181 صفحات کے اس منصوبے میں عرب ممالک سے اپنی مرضی سے ہجرت کرنے والے یہودیوں اور بزورطاقت بے گھر ہوئے فلسطینی مہاجرین کو ایک ہی پلڑے میں رکھا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ: "اگر اسرائیل، عرب ممالک سے آئے یہودی پناہ گزینوں کو اپنے یہاں ضم کرسکتا ہے، تو عرب ممالک کو بھی فلسطینیوں کو مکمل شہریت دے کر پناہ گزینوں کے باب کو بند کر دینا چاہیے۔"

دنیا بھر میں اس وقت ۷۰ لاکھ فلسطینی مختلف ممالک میں وطن واپسی کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ منصوبے میں عرب ممالک سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے، کہ ۷۰ سال قبل جو یہودی اپنے آبائی ممالک سے نقل مکانی کر کے اسرائیل میں بس گئے ہیں، ان کو پیچھے چھوڑی ہوئی جایدادوں کا معاوضہ دے دیا جائے۔ اسرائیل سے، تاہم یہ مطالبہ نہیں کیا گیا وہ بھی ان فلسطینی پناہ گزینوں کو ہرجانہ دے، جن کو اس نے اپنی جائیدادوں سے زبردستی بے دخل کر دیا ہے۔

اسی طرح کی بددیانتی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں بھی اپنائی گئی ہے۔ فلسطینی مزاحمتی گروپوں کو بلاشرط قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا، مگر اسرائیلی تحویل میں فلسطینی قیدیوں کی رہائی کے لیے شرطوں کی ایک لمبی فہرست درج کی گئی ہے۔ قتل، اقدام قتل، دہشت گردی، اسرائیلی شہریوں، فوج یا اس کے سیکورٹی دستوں پر حملوں میں ملوث فلسطینیوں کو کسی بھی صورت میں رہائی نہیں ملے گی۔ آخر میں اسرائیلی حکام کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صواب دید پر فلسطینی قیدیوں کو رہا کرسکتے ہیں۔

اس منصوبے کی رُو سے القدس یا یروشلم شہر کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کا مکمل کنٹرول اسرائیل کے پاس ہی رہے گا۔ شہر میں مکینوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اسرائیل یا فلسطین کے شہری ہوں گے۔ الاقصیٰ حرم پر جوں کی توں پوزیشن برقرار رہے گی، یعنی یہ بدستور اُردن کے اوقاف کی زیرنگرانی رہے گا۔ اگرچہ سعودی عرب اس کے کنٹرول کا متمنی تھا، تاکہ ریاض میں موجود سعودی بادشاہ تینوں حرمین، یعنی مکہ، مدینہ اور مسجد اقصیٰ کے 'متولی یا خادم' قرار پائیں۔

اسرائیل، مسجد اقصیٰ کے تہہ خانے تک رسائی کا خواہش مند ہے۔ جس کے لیے اس نے مغربی سرے پر کھدائی کی ہے، تاکہ وہاں تک پہنچنے کے لیے مسجد کی دیواروں کے نیچے سے ایک سرنگ بنا سکے۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ تہہ خانے میں معبد سلیمانی کے کھنڈرات یا قبلۂ اوّل موجود ہے۔

شہر کی میونسپل حدود کے باہر کفرعقاب اور سہانات کے علاقوں کو مشرقی یروشلم یا القدس کا نام دے کر اس کو فلسطین کا دارالحکومت تسلیم کیا جائے گا۔ غزہ کے راستے اسرائیل اور مصر کی سرحدیں نقل و حمل اور تجارت کے لیے کھول دی جائیں گی۔ اسرائیلی بندرگاہیں حیفا اور اشدود کو فلسطینیوں کے لیے کھولا جائے گا۔ بحیرۂ مُردار (Dead Sea) جو مغربی کنارے کے علاقے میں شامل

ہے، اس کے وسائل پر اسرائیل اور اردن کا کنٹرول رہے گا۔
اسرائیل دنیا بھر میں ’بحیرۂ مردار‘ کی مصنوعات برآمد کرتا ہے۔ ’بحیرۂ مردار‘ میں کان کنی اور اس کی مصنوعات کو جلد کی حفاظت وغیرہ کی دوائیوں کے طور پر استعمال کرنے کی دریافت کا سہرا ایک پاکستانی نژاد یہودی کے سر ہے، جو کراچی سے اسرائیل منتقل ہو گیا تھا۔

اس پوری رُوداد کے بعد بھی بتایا گیا ہے کہ: ”یہ منصوبہ تبھی عمل میں لایا جائے گا، جب حالات اسرائیل کے موافق ہوں گے اور فلسطینی اگلے چار برسوں تک تمام شرائط پر عمل درآمد کر کے اسرائیل کی سلامتی کو یقینی بنائیں گے۔ اس کے بعد ہی اسرائیل دیگر امور پر قدم اٹھائے گا“۔ فلسطینی حکام کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے کہ ان کو حماس اور دیگر تمام مزاحمتی گروپوں کو غیر مسلح کرنا ہوگا۔ اردن اور مغربی کنارے کی سرحد کی تین چیک پوسٹ فلسطینی حکام کے حوالے کی جائیں گی۔ اس پورے معاہدے میں ترکی کے کردار کا کوئی ذکر نہیں ہے، جس نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقدس یا یروشلم کو اسرائیلی دارلحکومت قرار دیے جانے کے فیصلے کے خلاف ووٹ دلوانے میں قائدانہ کردار ادا کر کے امریکا کے فیصلے کی سینہ تان کر مخالفت کی تھی۔

چند برس قبل دوحہ میں راقم کو مقتدر فلسطینی لیڈر خالد مشعل سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ ”آپ تو دو ریاستی فارمولے کو رد کرتے ہیں اور اسرائیل کے وجود سے ہی انکاری ہیں، تو مفاہمت کیسے ہو؟“ انہوں نے کہا: ”حماس کا رویہ کسی بھی طرح امن مساعی میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یاسر عرفات اور محمود عباس نے اسرائیل کو تسلیم کیا، مگر ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ تحریک میں شارٹ کٹ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے استقامت ضروری ہے۔ اپنے آپ کو مضبوط بنانا اور زیادہ سے زیادہ حلیف بنانا تحریک کی کام یابی کے لیے ضروری ہے۔ تاریخ کا پہیہ سست ہی سہی مگر گھومتا رہتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ حماس ۲۰۰۶ء کے ’نیشنل فلسطین اکارڈ‘ پر کاربند ہے، جس کی رُو سے وہ دیگر گروپوں کے ذریعے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔“

چند برس قبل دوحہ میں راقم کو مقتدر فلسطینی لیڈر خالد مشعل سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ ”آپ تو دو ریاستی فارمولے کو رد کرتے ہیں اور اسرائیل کے وجود سے ہی انکاری ہیں، تو مفاہمت کیسے ہو؟“ انھوں نے کہا: ”حماس کا رویہ کسی بھی طرح امن مساعی میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یاسر عرفات اور محمود عباس نے اسرائیل کو تسلیم کیا، مگر ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ تحریک میں شارٹ کٹ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے استقامت ضروری ہے۔ اپنے آپ کو مضبوط بنانا اور زیادہ سے زیادہ حلیف بنانا تحریک کی کام یابی کے لیے ضروری ہے۔ تاریخ کا پہیہ سست ہی سہی مگر گھومتا رہتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی انھوں نے کہا کہ حماس ۲۰۰۶ء کے ’نیشنل فلسطین اکارڈ‘ پر کاربند ہے، جس کی رُو سے وہ دیگر گروپوں کے ذریعے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔“

اس فارمولے میں فلسطینی علاقوں میں غربت و افلاس سے نمٹنے کے لیے ۵۰ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا بھی ذکر ہے۔ اس خیراتی سرمایہ کاری کے بجائے اگر فلسطینی اتھارٹی کو گیس کے ذخائر اور ’بحیرۂ مُردار‘ کے وسائل کا کنٹرول دیا جاتا ہے تو کئی گنا بہتر ہوتا۔ بہ ہر حال، صدر ٹرمپ کی اس بدترین جانب داری پر مبنی نام نہاد ڈیل آف سینچری نے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے کہ کمزور اور طاقت ور کے درمیان کوئی معاہدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ فلسطینی لیڈروں، عرب و دیگر اسلامی ممالک کے لیے لازم ہے کہ اتحاد کا راستہ اختیار کر کے، سیاسی لحاظ سے طاقت ور اور مستحکم بننے پر زور دے کر تاریخ میں اپنے آپ کو سرخ رو کروائیں، ورنہ تاریخ کے بے رحم اوراق ان کو کبھی نہیں بخشیں گے۔

(بہ شکریہ ترجمان القرآن، اپریل 2020ء)

حضرت امام مہدی

محمد طالب جلال ندوی

دنیا اپنے حتمی انجام کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ جہالت وخباثت کا عفریت اپنے تمام دجل وفریب کے ساتھ علم وترقی کے لباس میں جلوہ نماں ہو رہا ہے۔ شرافت ونجابت کی قدریں تہذیب وثقافت کے نفاق وشقاق میں سسک سسک کر دم توڑ رہی ہیں۔عقل وفہم کی عمارتیں ہوی وغوی کے طوفان سے لرز رہی ہیں۔اہل علم وفضل کی حقیقت شناس نگاہیں حضرت اقدس احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی زبان سے مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا حقیقی مشاہدہ کر رہی ہیں۔ بے شمار پیشین گوئیاں فی الواقع مختلف انداز سے اپنے وجود کو ثابت کر رہی ہیں۔

موجودہ حالات وواقعات اپنے آپ میں اس بات کا اعلان ہیں کہ اس جہان رنگ وبو کا آخری وقت انسانیت کی دہلیز پر دستک دے رہا ہے۔ جو لوگ اب تک خواب غفلت میں ہیں، انہیں ہوش میں آنا چاہیے۔قیل وقال کے بجائے اپنے اعمال وانجام کا حساب کرنا چاہیے۔ قرب قیامت کی نشانیاں تمام انسانوں کے نام اپیل ہے کہ ان کے پاس اب زیادہ وقت نہیں ہے۔ جو لوگ الارم اور علامت سے ہوش میں نہیں آتے، ان کے لیے صرف ایک تحفہ ہے اور وہ ہے لاحاصل ندامت۔

قرب قیامت بے داری کا اعلان عام ہے۔ یہ قیامت کبری سے قبل قیامت صغریٰ کا الارم ہے۔ یہ جزاوسزا سے قبل رب کریم کی آخری وارننگ ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو علامت سے بیدار ہوتے ہیں، انتظام وانصرام کرتے اور پورے طور پر چاق ونشاط کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تاہم جو لوگ علامت سے بیدار نہیں ہوتے، انہیں صرف تباہی و بردباری بے دار کرتی ہے۔

زیر نظر تحریر اپنے عنوان میں متعین تنقید وتردید سے پرے ایک مثبت تحریر ہے۔ اپنے موضوع پر اسلامی طرز فکر اور غلبہ نص کی نمائندہ ہے۔ اس میں عام قارئین کے لیے الجھاؤ کے بجائے سلجھاؤ کے واضح نمونے ہیں۔ یہاں تصوراتی انتشار کے بجائے مستند احادیث مبارکہ کا غلغلہ ہے۔ بودے افکار اور بیمار خیالات کے مدمقابل قول رسول کا ہمالیہ پہاڑ ہے۔

حضرت امام مہدی

عَنِ ابنِ عُمَرَ -رضی اللہ عنہما- قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: ”لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حتّٰى يَبعثَ اللهُ رَجُلاً مِن اَهلِ بَيْتِي، يُواطِئُ اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ اَبيهِ اسْمُ اَبِي، يَملأُ الْاَرضَ قِسطًا وعَدلًا كَما مُلِئت جورًا وظُلمًا۔“

و للحديث شاهد من حديث ابن مسعود اخرجه احمد (1 /376 /3572) وابو داؤد (4282) والترمذی (3230) و قال: حسن صحيح ولفظه:

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابنِ مسعودٍ رضی الله عنهما، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: " لاَ تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي "(باب ما جاء فی المهدی، كتاب الفتن) قال الالبانی رحمه الله: حسن صحيح (صحيح الترمذی : 1818) و (صحيح الجامع: 7275)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں ایک شخص کو بھیجے گا، اس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کی طرح ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم اور ناانصافی سے بھری ہوئی ہوگی۔

اس حدیث کی شاہد یعنی مفہوم کی دیگر احادیث مسند احمد (1/ 376/ 3572)، صحیح الجامع (7275)، ابوداؤد (4282) اور ترمذی (3230) میں مروی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: ''دنیا ختم نہ ہوگی مگر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک ہوگا، اس کا نام میرے نام پر ہوگا''۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: "اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ" (حدیث نمبر 4284؛ کتاب المهدی: سنن ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میرے خاندان، فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "اَلْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الأَنْفِ يَمْلأُ الأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ". (حدیث نمبر 4285؛ کتاب المهدی: سنن ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوں گے روشن پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے، زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھریں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی تھی اور سات سال تک حکومت کریں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما، قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ ﷺ . اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ. فَقَالَ "إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللهُ لَنَا الآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلاَءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُودٌ فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلاَ يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُونَ فَيُنْصَرُونَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا فَلاَ يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَؤُوهَا جَوْرًا فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ". (حدیث نمبر 4082؛ باب خروج المهدی؛ کتاب الفتن؛ سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبیؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنوہاشم کے چند نوجوان آئے نبیؐ نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور رنگ متغیر ہوگیا۔ میں نے عرض کیا ہم مسلسل آپؐ کے چہرہ انور میں ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جو ہمیں پسند نہیں (یعنی ہمارا دل دکھتا ہے) فرمایا: ہم اس گھرانے کے افراد ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بجائے آخرت کو پسند فرما لیا اور میرے اہل بیت میرے بعد عن قریب ہی آزمائش اور سختی وجلاوطنی کا سامنا کریں گے۔ یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی جس کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے وہ بھلائی (مال) مانگیں گے انہیں مال نہ دیا جائے گا تو وہ قتال کریں گے، انہیں مدد ملے گی اور جو (خزانہ) وہ مانگ رہے تھے حاصل ہوجائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کے حوالہ کر دیں گے۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ اس سے قبل لوگوں نے زمین کو جو روستم سے بھر رکھا تھا سو تم میں سے جو شخص ان کے زمانے میں ہو تو ان کے ساتھ ضرور شامل ہو اگرچہ برف پر گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے۔

عَنْ ثَوْبَانَ، رضی اللہ عنہ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. "يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلاَثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ ثُمَّ لاَ يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلاً لَمْ يَقْتُلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ يَجِيءُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ فَأْتُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ". (حدیث نمبر 4084؛ باب خروج المهدی؛ کتاب الفتن؛ سنن ابن ماجہ۔ 1/ 463/ 4882؛ الحاکم)

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایک خزانہ کی خاطر تین شخص قتال کریں گے (اور مارے جائیں گے) تینوں حکم رانوں کے بیٹے ہوں گے لیکن وہ خزانہ ان میں سے کسی کو بھی نہ ملے گا پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے وہ تمہیں ایسے قتل کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا اس کے بعد اللہ کے خلیفہ مہدی آئیں

گے، جب تم ان کے بارے میں سنو تو ان سے مل جاؤ اور ان سے بیعت کرو اگرچہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر جانا پڑے، کیوں کہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

امام مہدی کی علامات وکارنامے

ان احادیث مبارکہ میں امام مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ جو علامات اور کارنامے بیان کیے گئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ آپ ﷺ کے خاندان سے ہوں گے اور اس کی بھی صراحت ہے کہ حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔

۲۔ ان کا نام اور ان کے والد کا نام آپؐ اور آپؐ کے والد کے نام کی طرح ہوگا۔

۳۔ روشن پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے۔

۴۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھریں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی تھی۔

۵۔ ان کا بڑا کردار میدان جنگ میں ہوگا۔

۶۔ امام مہدی سات سال تک حکومت کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

یہ علامات امام مہدی کی سب سے بڑی پہچان ہیں۔ ان کے کارنامے بالکل واضح ہیں کہ وہ کیا کریں گے۔ اس معاملہ میں آپ ﷺ نے ان کے نام، ان کے والد کے نام، ان کے خاندان اور ان کے اصل کارناموں کو صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ یہ اصل ہے، اس کے مقابلے میں تمام عقلی ونقلی دلائل بے کار ہیں۔ جھوٹے لوگ غیر متعلق باتوں میں ڈھیر ساری دلیلیں رکھتے ہیں اصل معاملہ میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے۔

اب اگر کسی شخص کی پیشانی روشن اور ناک بلند ہے، اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں امام مہدی ہوں تو یہ شیطانیت ہے۔ روشن پیشانی اور لمبی ناک کی صفت لاکھوں افراد کے اندر پائی جاتی ہے۔ امام مہدی کے اندر صرف یہی ایک صفت نہیں ہوگی بلکہ وہ تمام صفات موجود ہوں گی جو صراحت کے ساتھ حدیث میں مذکور ہے اور اس سے بڑھ کر ان کے کارنامے بتائیں گے کہ وہی امام مہدی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جھوٹے شخص کے اندر یہ علامات نہیں ہوں گی اور نہ ہی اس کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے اور سات سال تک حکومت کرے۔ امام مہدی کے تعلق سے بیان کردہ علامات میں کوئی ناقابل فہم بات نہیں ہے جس کو سمجھنے کے لیے تحقیق کرنی پڑے۔ ان کے کارنامے اور دیگر صریح علامات بغیر کسی جھول کے بتائیں گے کہ وہ امام مہدی ہیں۔

ابن ماجہ میں ایک روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "الْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ".

(حدیث نمبر 4085؛ باب خروج المہدی؛ کتاب الفتن؛ سنن ابن ماجہ)

بے شمار روایات کی روشنی میں اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مہدی کے ظہور کے وقت حق وباطل کے درمیان بہت زیادہ خلط ملط اور تلبیس ہوگئی ہوگی۔ عام انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ علم وتحقیق کی بنیاد پر حق وباطل کے درمیان واضح فرق کرسکے۔ دجل وتلبیس نے حق کے صاف وشفاف چہرے پر بہت سارے غبار ڈال دیے ہوں گے۔ مخلص ترین انسان کے لیے بھی ناممکن ہوجائے گا کہ حق اور باطل کے مابین مکمل اور کامل فرق قائم کرسکے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان حق پر قائم نہیں ہوگا یا وہ اللہ کے لیے تمام قربانیاں دینے پر تیار نہ ہوگا۔ بلکہ یہاں سوال حقیقی اور کامل ادراک کا ہے۔ حق اور باطل کے درمیان مکمل فرق کا ہے۔ اللہ کی نصرت کے لیے شرف ہے کہ حق کا گروہ باطل اور شر کی کسی بھی آمیزش سے پورے طور پر پاک ہو۔ امام مہدی سے قبل اگرچہ حق کا گروہ حق کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہوگا لیکن وہ حق کو باطل سے مکمل اور بے آمیز شکل میں الگ کرنے کی حالت میں نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ گروہ اللہ کی نصرت سے فیض یاب تو ہو رہا ہوگا لیکن پورے طور پر اور سو فی صد نہیں ہو رہا ہوگا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ اہل بیت میں سے ایک فرد کو اٹھائے گا جو اگرچہ صلاح وتقویٰ اور علم وعمل کے بلند ترین مقام پر فائز ہوگا، لیکن اس کے باوجود اس کی حالت بھی عام انسان جیسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایک رات میں اپنے خصوصی الہام کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان کامل اور مکمل فرق کی راہ دکھا دے گا۔ جو چیزیں کل تک اہل حق کے لیے التباس اور شک کے درجے میں تھیں وہ اب بالکل واضح ہوجائیں گی، آیا وہ حق ہے یا باطل۔ امام مہدی حق کو باطل کی تمام تلبیسات، شکوک وشبہات اور دیگر مشتبہ امور کے خدشات سے مکمل آزاد کرالیں گے۔

باطل پورے طور پر ایک خیمے میں جمع ہو جائے گا اور حق اپنی بے آمیز شکل میں بالکل صاف وشفاف ہو کر ایک خیمے میں جمع ہو جائے گا۔ اس واضح اور مکمل فرق کے بعد اللہ کی نصرت اور فتح مکمل طور پر اہل ایمان کو اپنی آغوش میں لے لے گی۔ درج ذیل روایت اس پورے پس منظر اور پیش منظر کو واضح طور پر بیان کر رہی ہے:

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتَّى ذَكَرَ فِتْنَةَ الأَحْلاَسِ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا فِتْنَةُ الأَحْلاَسِ قَالَ: " هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَىْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنِّي وَلَيْسَ مِنِّي وَإِنَّمَا أَوْلِيَائِيَ الْمُتَّقُونَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لاَ تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ إِلاَّ لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَإِذَا قِيلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا حَتَّى يَصِيرَ النَّاسُ إِلَى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ إِيمَانٍ لاَ نِفَاقَ فِيهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لاَ إِيمَانَ فِيهِ فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ غَدِهِ ".

(حدیث نمبر 4242، باب ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلاَئِلِهَا، كِتَاب الْفِتَنِ وَالْمَلاَحِمِ، سنن ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت عمیر بن ہانی عنسی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت کثرت سے ان کا تذکرہ کیا یہاں تک کہ فتنہ احلاس کا ذکر کیا تو ایک شخص کہنے لگا کہ ایک شخص کہنے لگا کہ یا رسول ﷺ فتنہ احلاس کیا ہے فرمایا کہ بھاگنا اور جنگ ہے پھر اس کے بعد سرّاء کا فتنہ ہے جس کا دھواں ایک ایسے آدمی کے پیر کے نیچے سے نکلے گا جو میرے گھر والوں میں سے ہوگا۔ وہ یہ گمان کرے گا وہ مجھ سے ہے لیکن مجھ سے نہیں ہوگا اور بے شک میرے ولی و دوست تو وہی ہیں جو متقی ہیں پھر لوگ ایک شخص پر اعتماد کریں گے جیسے کہ سرین، پسلی کے اوپر یعنی ایک کجی والے شخص پر اتفاق کریں گے پھر دُہَیماء کا فتنہ ہوگا، یہ فتنہ امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ اسے ایک طمانچہ مارے گا۔ جب لوگ کہیں گے کہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ اور بڑھے گا۔ اس میں آدمی صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں بٹ جائیں گے۔ ایک ایمان کا خیمہ جس میں نفاق نہیں ہوگا اور دوسرا نفاق کا خیمہ جس میں ایمان نہیں ہوگا پس اگر تم اس وقت ہو تو اس دن یا اس سے اگلے دن دجال کا انتظار کرو۔

اس حدیث میں بنیادی طور پر مسلمانوں کے دو گروہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ قیامت کے قریب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مکمل طور پر حق سے انحراف کر کے منافق بن جائے گی اور حق کا اعلانیہ انکار کر کے نام نہاد اسلام کا اظہار کرے گی جب کہ فی الواقع وہ ایمان سے پورے طور پر خالی ہو گی۔ یہ گروہ پورے طور پر باطل سے مربوط ہوگا اور حق کو شکست دینے کے لیے باطل کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑا ہوگا۔

مسلمانوں کا دوسرا گروہ نفاق اور شر سے مکمل طور پر بری ہو جائے گا اور ان کا اس نفاق اور شر سے بری ہونا ان کو اجنبی بنا دے گا۔ یہی گروہ وہ گروہ ہوگا جو امام مہدی کی قیادت میں باطل سے بھرپور ٹکر لے گا۔ باطل کی تمام تلبیسات و اشتباہات اور نفاق کی جملہ اقسام و اشکال سے پاک وصاف اہل حق کا یہ گروہ انسانی تاریخ کا نمایاں گروہ ہوگا۔ حق اپنی قلت کے باوجود پوری آن بان اور جاہ جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔ حزب اللہ اپنے خالص وجود کے ساتھ حزب الشیطان کی عمارتوں کو لرزہ براندام کر دے گا۔ خلوص و اصول سے لبریز حق کے پرستار باطل کی پرفریب چکا چوند تاریکی کو چاک کر دیں گے۔ نور اور علم میں ڈوبے ہوئے حق کے نمائندے شر کی چکا چوند تاریکی کو چاک کر دیں گے۔ حق کے بے لاگ آواز دجل و جہل کے خوش نما قلعہ کو تہہ و بالا کر دے گی۔

خباثت و شیطنت کے محل میں زلزلہ برپا ہو جائے گا اور دجال اکبر پورے غیض و غضب کے ساتھ خروج کرے گا۔ اہل حق کا یہ خالص گروہ حضرت مہدی کی قیادت میں دجال اکبر کو بھرپور مزاحمت دے گا، یہاں تک کہ بالکل آخری مرحلے میں ان کی دعائیں آسمان کے پردے کو پھاڑ ڈالے گی اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کا معجزاتی نزول ہوگا۔

☆☆☆

شہیدہ وفا

اسماء البلتاجی

اسماء بتول فلاحی

دنیا ایک رزم گاہ ہے۔ یہاں صرف دو ہی پارٹی کے لوگ ہیں ایک حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) دوسری حزب الشیطان (شیطان کی پارٹی)۔شیطان کی پارٹی کے لوگ اس زمین پر غاصبانہ قبضہ کے ذریعہ فتنہ وفساد اور فسق وفجور سے بھر دینا چاہتے ہیں۔ یہاں تاریکیوں کا راج چاہتے ہیں۔اللہ کی پارٹی کے لوگوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ زمین کو شر سے،طغیان وسرکشی سے پاک کرنے کے لئے انتھک جدو جہد کریں۔ پیغام ربانی کو کھول کھول کر بیان کریں،گمراہی کے گڈھے میں گرنے والوں کو کمر پکڑ پکڑ کر دور ہٹائیں،ظالم کو ظلم کرنے سے روکیں ،اسی جدو جہد میں اپنا وقت،سرمایہ حتی کہ جان بھی کھپا دیں کہ یہی ''جہاد'' ہے۔ اسی جہاد کا اللہ نے مطالبہ کیا ہے۔وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ۔۔۔اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

کسی بندے مومن کی اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی جان اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہی آرزوئے شہادت ہے جو مرد مومن کو Bold اور باہمت بناتی ہی۔۔
۔۔۔دور صحابہ وصحابیات پر نظر ڈالیں تو وہاں یہ جذبہ جہاد وشوق شہادت امنڈتا نظر آتا ہے۔حضرت ام ورقہؓ ایک صحابیہ خود حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر غزوہ بدر میں شریک جہاد ہونے کے لئے درخواست کرتی ہیں ۔۔۔۔۔۔جواباً آپؐ فرماتے ہیں کہ اپنے گھر ہی میں رہو تم کو وہیں شہادت ملے گی۔آپؐ زبان مبارکہ سے نکلا ہوا جملہ حرف بہ حرف صادق آتا ہے۔حضرت ام ورقہؓ کو اپنے گھر میں ہی شہادت ملتی ہے۔۔۔۔۔صحابیات میدان جنگ میں شریک ہوتیں تلواروں کی کھچا کھچ اور تیروں کی سنسناہٹ کے بیچ وہ بلا خوف وخطر تیر اٹھا اٹھا کر لاتیں۔۔۔مجاہدین کو پانی پلاتیں۔۔۔۔۔علامہ اقبال نے اسی کارنامے کو شعری پیکر میں ڈھالا ہے۔

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ وسپر
ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر

جب شوق شہادت میں جسارت ہوتی ہے تبھی ایسے کارنامے انجام پاتے ہیں۔ یہ روشن مثالیں ہمیں زندگی دیتی ہیں۔انہیں روشنیوں سے اپنے قلوب کو منور کرنے سے اصل لذت ایمانی ملتی ہے۔

سرزمین مصر میں جب آمریت اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑ چکی تھی،آمروں نے مظالم کی انتہا کر دی۔۔۔اخوان المسلمون کے وابستگان کے ساتھ جس درجہ کے مظالم ڈھائے گئے ''زنداں کے شب وروز'' پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔۲۰۱۱ء میں عرب ممالک میں زبردست عوامی بیداری کی لہر چلی، مصر میں حسن مبارک کے چالیس سالہ دور کے خاتمہ کی تحریک میں اخوان نے شمولیت اختیار کی،مسلسل جدو جہد کے نتیجے میں حسن مبارک کو کرسی چھوڑنی پڑی،جمہوری طرز پر انتخاب کا اعلان ہوا،اخوان کی سیاسی شاخ (Peace & Justice) نے بھی انتخاب میں حصہ لیا اور زبردست کامیابی حاصل کی۔۔۔۔۔۔اسلام پسندوں کو بے پناہ مسرت حاصل ہوئی اور طاغوتی خیموں میں مایوسی چھا گئی۔بالآخر شیطان کے پیروکاروں نے آپس میں سازش کی۔۔۔۔۔۔کچھ ایمان فروشوں کو خریدا اور عوام کی منتخب حکومت کا تختہ پلٹ دیا،صدر محمد مرسی شہید کو قید کر دیا اور اخوان کے رہنماؤں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جیلوں میں ڈالا جانے لگا،ان کے اثاثے منجمد کیے جانے لگے،اسلامی دفاتر کو نظر آتش کیا جانے لگا مساجد کے باہر پہرے بٹھا دئے گئے۔

عوام ایک دوسرے بڑے چوک جسے ''رابعہ عدویہ اسکوائر'' کہا جاتا ہے فوج کے سخت پہرے کے باوجود اکٹھا ہونے لگی۔۔۔۔۔یہ مظاہرہ کوئی عام مظاہرہ نہیں تھا بلکہ ظالم وغاصب حکمرانوں کے خلاف جان ہتھیلی پر رکھ کر حق کی

آواز بلند کرنا تھا۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہین کہ مخلص اہل ایمان مردوں کے ساتھ غیور مسلم خواتین بھی کھڑی ہوگئیں؛خواتین نے بھی قربانیاں دیں۔۔۔وہ تمام نفوس خواہ مرد ہوں یا عورت جو ظالمانہ بادشاہت ختم کر کے اسلامی حکومت کا قیام چاہتے تھے،اور اسی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا وہ فائز المرام ہیں۔

انہیں تمام کے درمیان اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والی ایک نو عمر مجاہدہ ''اسماء البلتاجی،، بھی ہیں۔۔۔۔اسماء البلتاجی کا تعلق مصر کے معروف بلتاجی خاندان سے ہے۔۔۔ان کے والد محترم ڈاکٹر محمد البلتاجی اخوان المسلمون کے مشہور ومقبول رہنما ہین ۔۔اسماء البلتاجی ۱۹۹۶ میں پیدا ہوئیں۔خالص دینی ماحول میں تربیت ہوئی،وہ اپنی کلاس میں ہمیشہ ممتاز رہا کرتیں،درسی سرگرمیوں کے علاوہ غیر درسی سرگرمیوں مین بھی پیش پیش رہا کرتیں،مذاکرہ،خطاب مضمون نویسی اور دوسرے مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں،صرف سترہ سال کی ہی عمر تھی۔۔لیکن ان کے اندر احیاء اسلام کا جذبہ خوب پیدا ہوگیا تھا۔وہ آمریت،ملوکیت،اور خلافت کے فرق کو بخوبی جاننے لگی تھیں۔وہ اسلامی انقلاب کی خواہاں ومتمنی تھیں۔۔۔وہ اپنی والدہ کے ساتھ مظاہرہ میں شریک رہتی تھیں۔

اسماء کو کمسن تھیں لیکن ۲۰۱۱ سے ہی وہ ان تمام مظاہروں میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں،وہ فوجی آمریت کو مصر کے لئے سب سے بڑا خطرہ مانتی تھیں۔جب سی ''رابعہ عدویہ اسکوائر،، پر مظاہرہ شروع ہوا اسماء اس مظاہرہ سے ایک دن کے لئے بھی غیر حاضر نہیں رہیں۔

دوران مظاہرہ ہمیشہ اپنے ساتھ قرآن پاک رکھتیں،اور مظاہرہ میں اکثر فارغ اوقات میں وہ تلاوت کلام پاک کا اہتمام کرتیں،وہ مظاہرے میں شریک زخمی مظاہرین کی مرہم پٹی کرنے میں پیش پیش رہا کرتی تھیں۔

مظاہرین کو ظالم فوجیوں نے ٹینکوں،اور رائفلوں سے گھیر رکھا تھا،احتجاج کرنے والے خالی ہاتھ نہتے تھے گویا رائفلوں اور ٹینکوں کے بالمقابل نہتے مظاہرین نے اعلان کر دیا۔

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۱۴ اگست ۲۰۱۳ بدھ کا دن تھا تیر وجگر کا معرکہ شروع ہوا۔۔۔آن واحد میں میدان لاشوں اور زخمیوں سے پٹ گیا۔۔تقریبا تین ہزار سے زائد مظاہرین شہید ہوئے۔ان ہی حق کے پرستاروں میں اسماء البلتاجی بھی تھیں۔گولیوں اور رائفلوں کی تڑتڑاہٹ کے باوجو اسماء اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہی تھیں،زخمیوں کو سہارا دے رہی تھیں۔۔۔۔شہداء کی لاشوں کو بے حرمتی سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔زخم خوردہ ہونے کے باوجود اسماء ان الفاظ میں۔مظاہرین کے حوصلے بڑھا رہی تھیں۔۔۔اسماء کے آخری الفاظ جو زندہ بچ جانے والے مظاہرین نے سنائے۔۔۔

Persit, victory will come soon do not leave the revolution to the army.[French Features and Egyptian Mind] (بہ حوالہ مضون)

ڈٹے رہو ثابت قدم رہو فتح عنقریب ہماری ہوگی،اس انقلاب حریت کو پھر سے فوج ہاتھوں غلام نہ بننے دو ،،

۔۔۔۔کہ اچانک ایک گولی اس نوعمر مجاہدہ کے سینے میں لگی۔

When a sniper shot her in the chest (Palestine)

(بہ حوالہ 18 اگسٹ 2013)

اسماء وہیں خاک وخون میں لتھڑ گئیں۔۔لیکن ابھی جسم سے روح کا رشتہ باقی تھا داخل ہسپتال کیا گیا۔۔ڈاکٹر آپریشن کر کے گولیاں نکال رہیں ہیں۔۔لیکن باوجود درد وکرب کے اسماء پرسکون ہے۔۔اس کے چہرے کا تبسم اور گہرا ہوتا جا رہا تھا،ہمیشہ مسکراتے رہنا جس کی طبیعت تھی۔۔اس وقت بھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ بدستور کھیل رہی تھی۔۔جانے کب اس کی روح عالم قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔۔آنکھیں کھلی تھیں۔۔چہرے پر مسکراہٹ تھی ۔۔ایک کمسن شہیدہ اپنی نذر پوری کر چکی تھی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔

اسماء کی نماز جنازہ اس کے بھائی عمار البلتاجی نے پڑھائی۔۔۔اس کے علاوہ فلسطین میں مسلمانوں کے جم غفیر نے مسجد اقصی میں اسماء کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔۔۔اسماء کی شہادت کی خبر جب اخبارات کے ذریعہ عام ہوئی تو دنیا بھر میں درد مندل رکھنے واے تڑپ اٹھے۔ایسا ھی ایک درد بھرا ردعمل ہندوستان سے ایک درد مند بھائی کا ملاحظہ کریں۔۔

''اسماء ہمیں تمہاری شہادت کی خبر برٹش روزنامہ ٹیلیگراف ۱۵ اگست ۲۰۱۳ کے ذریعہ ملی۔ہم اس ن اپنے ملک میں ۶۶واں یون آزادی منا رہے تھے۔اسی اخبار سے ہم نے جانا کہ تمہاری عمر ابھی صرف ۱۷ سال تھی۔۔۔

رہے تھے ۔اسی اخبار سے ہم نے جانا کہ تمہاری عمر ابھی صرف ۱۷ سال تھی ۔۔۔
اللہ نے تمہیں بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا ۔۔باوجود کمسن ہونے کے تم نہایت سنجیدہ اور سمجھدار تھی ۔۔۔چونکہ تم ملالہ یوسف زئی نہیں تھی اس لئے عالمی میڈیا نے جان بوجھ کر تمہیں نظر انداز کیا ۔حقوق انسانی کی علم بردار تنظیمیں تمہارے لئے گونگی اور بہری بنی رہیں ۔۔۔۔۔ہمارا ملک ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے ۔اس لئے دنیا میں جہاں بھی جمہوریت کی بحالی کی کوششیں ہوں وہ قابل قدر ہے ۔۔مصر میں آمدیت کے خلاف جمہوریت کی بحالی کے لئے عوام کی کوششیں ۔۔۔۔اسکی ہم قدر کرتے ہیں ۔

اسماء تمہاری ڈیتھ سرٹیفکٹ جو اخبار ٹیلیگراف میں چھپی اس میں درج تھا you were shot in the chest کہ تم نے سینے پر گولی کھائی ہے ۔یہ تمہاری بہادری کی منہ بولتی دلیل ہے ۔کہ تم نے اس دن پیٹھ نہیں دکھائی ہے and your skull was crushed and left leg broken تمہارا سر پاش پاش کر دیا گیا تھا ،اور تمہاری بائیں ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی ۔۔آہ اسماء ۔۔۔۔۔ہم ہندوستان میں ہیں ہم تمہارے اور تمہاری فیملی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ۔۔except our prayers and our tears علاوہ دعا کرنے اور آنسو بہانے کے ۔ہماری دعائیں تمہارے اور تمہاری فیملی کے ساتھ ہیں اور ہمارے یہ آنسو ۔۔۔۔

’’راہ میں تیرگی ہوگی میرے آنسو رکھ لے ،،

by dr .mansoor durrani To Asma

beltajiy from india with tears بحوالہ مضمون)

جب مجاہد باپ کو جیل میں بیٹی کی شہادت کی خبر ملی تو ۔۔۔انہوں نے بڑے سکون سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ۔۔اور بتایا کہا سماء کی شہادت سے ایک دن قبل جو انہوں نے خواب دیکھا ۔۔۔بلآخر وہ سچ نکلا ’’شہادت سے ایک رات قبل میں نے خواب دیکھا کہ اسماء شادی کے جوڑے میں ملبوس سامنے آئی میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آج تمہاری شادی کا دن ہے

Is your wedding today and she answered.Yes

in the afternoon.

(flestine online news paper 18 august 2013)

اس نے کہا ’’ہاں ،،دوپہر بعد جب لوگوں نے مجھے بتایا کہ تمہیں بدھ کے دن دوپہر بعد شہید کیا گیا تب میں سمجھ گیا کہ تمہارے کہنے کا مطلب کیا تھا ۔

’’جان پدر ۔۔۔یہ بات میرے لئے انتہائی اذیت ناک ہے کہ میں تمہارے آخری سفر میں موجود نہیں تھا ۔میں نہ تمہارا آخری دیدار کر سکا ،نہ تمہاری پیشانی چوم سکا ،نہ تمہاری نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کر سکا ۔

میری پیاری بیٹی ۔۔۔۔میں تمہیں خدا حافظ نہیں کہتا ، میں تمہیں الوداع کہتا ہوں ۔۔ہم جلد ہی جنت میں اپنے پیارے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کے ساتھ ملیں گے جہاں ہماری ایک دوسرے اور اعزہ کے ساتھ وقت گذارنے کی خواہش پوری ہو جائے گی ‘‘۔(سہ روزہ دعوت)

اس عظیم کمسن شہیدہ کی ماں ثنا عبد الغواد اسماء کی قبر کے پاس کھڑی آنسووں کی لڑی بہا رہی ہیں ۔۔۔۔دیر تک ساکت وصامت ۔۔۔۔وہ ہوتے ہوئے کچھ بدبدا رہی ہیں ۔

This is what Ido where missing her becomes

too hard to bear.

جب مجھے اپنی بیٹی کا غم اٹھانا نا قابل برداشت ہو جاتا ہے تب میں اس کی قبر آ کر ایسا ہی کرتی ہوں ۔اس سے دل کو قرار آجاتا ہے ۔

اپنا دل کراہ کے ۔۔۔اسماء کی ماں نے کہا :’’مجھے میری بیٹی کی شہادت نے پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیا ہے ۔میں اس ملک (مصر) میں عدل وقسط کی بحالی کے لیے اور مضبوطی کے ساتھ کوشش کرونگی ‘‘۔

میری اخوات ،میری بہنو!

ذرا سوچیئے !! ۱۷ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے ۔۔۔۔اس عمر میں مقصد سے سچا لگاؤ ۔۔۔نصب العین کا صحیح ادراک کہاں ہوتا ہے ۔؟؟ عمر کے اس حصے کو ہم ایسے ہی گذار دیتی ہیں کہ ابھی عمر ہی کیا ہے ۔۔۔۔ابھی تو محض کھیلنے کودنے کے دن ہیں ۔۔۔ابھی کہاں ۔۔۔لیکن ۱۷ سالہ اسماء بلتاجی کی بامقصد شہادت یہ پیغام دیتی ہے کہ ہمیں کتاب وسنت سے خصوصی لگاؤ ہونا چاہیے ۔ صحابیات کے روشن اور زریں کارناموں سے والہانہ پن ہونا چاہیے ۔۔۔ ۔۔۔آخرت کی ہمیشہ اور باقی رہنے والی زندگی کے لیے دنیا کی عارضی اور فانی زندگی کو قربان کر دینے کا درس ہی ہمیں ۔۔۔شہیدہ اسماء البلتاجی سے ملتا ہے ۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مؤمن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ابوالفیض

لاک ڈاؤن ــــ رمضان ــــ اور معصوم بچوں کی منصوبہ بندی

رمضان المبارک کی وجہ سے کہانی سننے اور سنانے کا معمول روک دیا گیا تھا۔دادی اب زیادہ سے زیادہ اذکارودعاء میں مشغول رہتی تھیں۔رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ارشد،ارقم ،راشد،فوزان اور خنساء ہر روز کی طرح ظہر اور عصر کے درمیان گھر کے آنگن میں نیم کے بڑے درخت کی چھاؤں میں ایک ساتھ بیٹھ کر اپنے پچھلے کاموں کا جائزہ لے رہے تھے اور آگے کے کام کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ان کے پاس اپنے اپنے گولک میں جمع کی ہوئی ساری پونجی لاک ڈاؤن کی وجہ سے وقت سے پہلے ہی ختم ہوگئی تھی۔انہوں نے اپنے سارے پیسے لاک ڈاؤن میں پھنسے غریبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔عید میں گنتی کے چند دن ہی رہ گئے تھے لیکن اس سے پہلے خنساء کی سہیلی عافیہ اور ارشد کے دوست فہیم کے گھر والوں کی مدد بھی کرنی تھی۔عافیہ خنساء کی سہیلی تھی اور اس کے ساتھ پڑھتی تھی۔عافیہ کے والد محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔فہیم،ارشد کا ہم جماعت ساتھی تھا۔اس کے ابو کا چند سال پہلے انتقال ہوگیا تھا۔گھر کی ساری ذمہ داری اس کی ماں کے کندھوں پر آگئی تھی۔وہ سلائی کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی تھیں۔بہت سی عورتوں نے انہیں مشورہ دیا کہ دوسروں کے گھر جا کر برتن دھلنے کا کام کریں اس سے آمدنی دوگنی ہوجائے گی لیکن انہوں نے اسے اپنے لیے بہتر نہیں سمجھا بلکہ سلائی سے آنے والی آمدنی پر ہی قناعت کیا اور باقی اوقات بچوں کی تعلیم وتربیت میں صرف کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔راشد،ارقم،ارشد،فوزان اور خنساء ان کی پچھلے دو تین سالوں سے کسی نہ کسی بہانے مدد کرتے رہتے تھے۔چھوٹی اور بڑی دونوں عید (عیداور بقرعید) کے موقع پر تو عافیہ اور فہیم کے گھر والوں کی مدد کرنا اور بھی ضروری سمجھتے تھے تاکہ وہ بھی سب کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شامل ہوسکیں مگر اس مرتبہ معاملہ کچھ الٹا ہوگیا تھا۔سبھی کے گولک میں جمع ساری پونجی وقت سے پہلے ہی ختم ہوگئی تھی لیکن انہیں خوشی اس بات کی تھی کہ انہوں نے اپنے پیسے کوکہیں فضول کاموں میں ضائع نہیں کیا ہے بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق مجبوروں کی مدد کی ہے۔آج وہ سب نیم کے درخت کے نیچے بیٹھ کر اسی پر بات چیت کر رہے تھے کہ وہ کس طرح اس مرتبہ ان کی مدد کریں گے۔دورانِ گفتگو ارقم نے ساتھیوں کو بتایا کہ میرے درسی ساتھی حامد کے یہاں پچھلے کئی دنوں سے راشن کی قلت ہے۔اس کے ابو کا کاروبار 5-4 مہینے پہلے سے ہی ٹھپ پڑا ہے اس لیے وہ مقروض ہوگئے ہیں۔اس وقت ان کے پاس کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ہے۔ابھی سب آپس میں یہ بات کر رہے تھے کہ عافیہ،فہیم اور ان کے چھوٹے بھائیوں کے لیے اگر ہم اس مرتبہ کپڑوں کا انتظام نہیں کر پائے تو کم سے کم عید کے موقع پر سوئیاں اور ضروریات کی کچھ چیزیں تو دینے کی کوشش کریں گے۔فوزان نے سب سے کہا ہم سب ایک ساتھ اپنے اپنے ابو امی کے پاس جائیں گے اور ان سے ان کی مدد کرنے کو کہیں گے۔خنساء نے فوزان کی بات مکمل ہوتے ہوئے جواب دیا۔جس طرح ہم سب ایک ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں ٹھیک اسی طرح بڑے

ابو،ابو اور دونوں چچا بھی ایک ساتھ پیسہ جمع کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔انہیں ہمارے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم سب اپنے پیسوں کا استعمال کہاں کہاں کرتے ہیں۔لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر مرتبہ کی طرح اس مرتبہ بھی ہم سب ساتھ میں مل کر ان کی مدد کریں۔اگر کوئی حل نہیں نکلا تب جا کر ان سے مدد کرنے کو کہیں گے۔آخر میں یہ طے ہوا کہ آج ہم افطار کے وقت اللہ پاک سے دعا کریں گے کہ اللہ پاک ہمیں ان لوگوں کی مدد کرنے کی کوئی سبیل پیدا کردے۔اس کے بعد عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے لیے جب سارے مرد گھر سے باہر جائیں گے اس وقت سب اپنی اپنی امی جان کے پاس جا کر ان کی مدد کی لیے پیسہ وصول کریں گے۔پھر تمام پیسوں کو اکھٹا کرکے پہلے حامد کے گھر راشن پہنچائیں گے۔بعد میں ان تینوں کے گھروں کے لیے عید کے سامان کا بند وبست کریں گے۔جب مشورے سے تمام باتیں طے ہوگئیں تو سب نے ایک ساتھ نیم کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھے بیٹھے رو رو کر دعائیں مانگیں، پھر اذان کے بعد وہیں عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔اس کے بعد افطاری کی تیاری میں گھر والوں کا ہاتھ بٹا کر افطار سے قبل ذکر ودعاء میں مشغول ہوگئے۔

تلاش کیجیے: آدمؑ نوحؑ صالحؑ یوسفؑ ابراہیمؑ
یعقوبؑ اسحاقؑ اسماعیلؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آ	س	م	ش	ی	ع	ق	و	ب	ت	ج
د	ا	م	ک	ھ	گ	ص	ط	ا	ظ	ن
م	ی	ب	س	ف	ب	ا	گ	س	ض	ی
غ	ع	م	ر	ڑ	ث	ل	چ	م	خ	و
ع	ف	ح	ذ	ا	ح	ح	ڈ	ا	ہ	س
ل	ن	م	ث	چ	ھ	خ	ب	ع	ذ	ف
ط	ض	م	ٹ	ر	ج	ع	ن	ی	ل	م
ج	م	د	آ	ق	و	ع	م	ل	خ	ک
م	گ	ک	ل	ب	ن	ف	ی	ٹ	پ	ن
م	و	س	ی	ج	چ	و	ع	ی	س	ی
غ	ا	س	ح	ا	ق	د	ح	ر	ث	ب

میرا روزہ ہے

کوئی کام نہیں کرتے ہو
سب کو ٹال دیا کرتے ہو
نیٹ سے تم چپکے رہتے ہو
ایس ایم ایس کرتے رہتے ہو
اک روزے کا کر کے بہانہ
سارا دن سوئے رہتے ہو
اپنی ضد پر اڑ جاتے ہو
ذرا سی بات پر لڑ پڑتے ہو
دادی جان بلاتی ہیں تو
ان کی بات نہیں سنتے ہو
عصر میں تم کو نیند آتی ہے
عشا میں تم غائب رہتے ہو
جس دن افطاری کچھ کم ہو
اس دن تم بگڑے رہتے ہو
رغبت ہے بس افطاری سے
سحری میں کم ہی اٹھتے ہو
حسن خلق عبادت ہے ناں
اس پہ دھیان نہیں دیتے ہو
بھوکے پیاسے کیوں رہتے ہو
روزے آخر کیوں رکھتے ہو

شمیم فاطمہ

ثقافت کی تلاش

نسیم حجازی

نواں منظر

(رمضان زورزور سے خرّاٹے لے رہا ہے ۔ ساتھ کے کمرے سے جھنڈو کے خرّاٹے سنائی دے رہے ہیں، **کامریڈ ۹** اور **کامریڈ ۱۰** اپنے اپنے لحاف سے منہ نکال کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر یکے بعد دیگرے اُٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں ۔)

کامریڈ ۱۰: (دبی زبان سے) کامریڈ! میں حیران ہوں کہ نیند کی حالت میں انسان اتنا شور کیسے مچا سکتا ہے ۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمرے کی چھت گر پڑے گی۔

کامریڈ ۹: یہ خوشی کی نیند ہے میرے دوست!

کامریڈ ۱۰: اچھا یہ بتاؤ! اب تمہارا پروگرام کیا ہوگا؟

کامریڈ ۹: اس وقت میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے خرّاٹے تھوڑی دیر کے لیے بند ہو جائیں اور مجھے چند گھنٹے سونے کا موقع مل جائے ۔ اس کے بعد میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوگی کہ میں بہ خیر و عافیت یہاں سے نکل کر اپنے گھر پہنچ جاؤں ۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم نے اس سفر میں ذہنی اور جسمانی اذیتوں کے سوا کچھ حاصل نہیں کیا۔ میں حیران ہوں کہ ریشماں جیسی ترقی پسند لڑکی اس لال بجھکڑ پر کیسے فریفتہ ہو سکتی ہے ۔

کامریڈ ۱۰: آہستہ بات کرو کامریڈ! ابھی ابھی یہ لال بجھکڑ تم سے اپنی جسمانی برتری کا لوہا منوا چکا ہے ____ اور یہ ریشماں ترقی پسند نہیں بلکہ پرلے درجے کی رجعت پسند ہے ۔

کامریڈ ۹: مجھے ابھی یقین نہیں آتا ہے کہ وہ رمضان کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔

کامریڈ ۱۰: مجھے اب اس کی خوشی اور غم کے ساتھ کوئی دل چسپی نہیں ۔ میں صرف یہ محسوس کرتا ہوں کہ اپنی منزل کے راستے میں ہم نے جو چراغ دیکھا تھا وہ بجھ چکا ہے ۔ ہم نے رمضان کے ہاتھوں شکست کھائی ہے اور اس کی وجہ تمہاری جلد بازی تھی ۔

کامریڈ ۹: میں نے کیا جلد بازی کی ہے؟

کامریڈ ۱۰: تم اپنے ناول کا پلاٹ سُنانے کے لیے بے تابی کا مظاہرہ نہ کرتے تو ریشماں اور رمضان اتنی جلدی ایک دوسرے کی طرف مائل نہ ہوتے اور اس گھر میں ثقافت کا جھنڈا اس طرح سرنگوں نہ ہوتا۔

کامریڈ ۹: کامریڈ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے ہماری مدد کی ہے اور دیہاتی ثقافت کے متعلق ہماری خوش فہمیاں دُور ہو گئی ہیں ۔ ورنہ یقینی تھا کہ تم اس گاؤں کے بھنگڑا ناچ کی طرح کوئی اور حماقت کر بیٹھتے اور ہمارے لیے اپنی جانیں بچانا مشکل ہو جاتا۔ اب ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں رہی ۔ اب ہم پوری خود اعتمادی کے ساتھ کامریڈ الف دین اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے اس دعویٰ کی تردید کر سکیں گے کہ ہم ناچ گانے کے حق میں چند نعرے بلند کر کے عوام کو اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں ۔

کامریڈ ۱۰: بھئی! میری تمام غلط فہمیاں تو اسی وقت دُور ہو گئی تھیں جب اُنہوں نے مجھے ڈھول کے اندر پھنسا کر نہر کی طرف ہانک دیا تھا۔

کامریڈ ۹: کامریڈ! خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ڈھول سے نجات مل چکی ہے۔ میرے خیال میں ہمارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ ہم ثقافت کے باقی لوازمات سے بھی نجات حاصل کرلیں اور واپسی کا سفر شریف آدمیوں کی طرح کریں۔

کامریڈ ۱۰: بھائی میرے لیے یہ سامان کچھ کم تکلیف دہ نہیں لیکن اگر ہم یہ ہارمونیم، چمٹا اور گھنگھرو یہاں پھینک جائیں تو کامریڈ الف دین اور پارٹی کے دوسرے ممبروں کو کیا جواب دیں گے۔

کامریڈ ۹: اُنہیں مطمئن کرنے کے لیے یہ جُوتا دکھا دینا کافی ہوگا۔

دسواں منظر

(دن کے وقت **کامریڈ ۹** اور **کامریڈ ۱۰** کو جھنجھوڑ کر جگاتا ہے اور **کامریڈ ۱۰** آنکھیں مَلتا ہوا اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔)

کامریڈ ۹: بھئی اُٹھو! اب تو دس بج گئے ہیں۔

کامریڈ ۱۰: (اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے) وہ لوگ کہاں ہیں؟

کامریڈ ۹: وہ باہر دُھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

کامریڈ ۱۰: ارے تمہیں پاجامہ مِل گیا؟

کامریڈ ۹: ہائی بھئی! اس وقت رمضان ہمارے حال پر بہت مہربان ہے۔ اب لاہور کے لیے موٹر آنے والی ہے۔ تم تیار ہو کر باہر آجاؤ۔ وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔

(اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ صحن میں ایک کھجور کی چٹائی پر جھنڈو اور ریشماں بیٹھے ہوئے ہیں اور رمضان ایک سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ طبلوں کی جوڑی باندھنے میں مصروف ہے۔)

کامریڈ ۹: بھائی یہ کیا کر رہے ہو؟

رمضان: تم اپنا ڈھول گنوا آئے ہو اور ہم اس کے عوض تمہیں یہ طبلے دینا چاہتے ہیں۔

کامریڈ ۹: بھئی تمہارا شکریہ لیکن ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

رمضان: بھئی ہم ان کی کوئی قیمت نہیں مانگیں گے۔ یہ ہمارا تحفہ ہے۔ اگر تمہارے پاس ہارمونیم نہ ہوتا تو ہم اپنا ہارمونیم بھی تمہیں دے دیتے۔

کامریڈ ۹: لیکن ۔۔۔؟

رمضان: لیکن ویکن کچھ نہیں بھائی! ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں طبلوں کی ضرورت ہے اور ہم آج سے گانے بجانے کا کام چھوڑ چکے ہیں۔ تم ہمارے لیے بہت اچھا شگون ثابت ہوئے ہو۔ میں تمہارے لیے مٹھائی لاتا ہوں۔

(رمضان باہر نکل جاتا ہے۔ **کامریڈ ۹** آگے بڑھ کر سائیکلوں پر لدا ہوا سازوسامان اُتارنا شروع کر دیتا ہے۔)

جھنڈو: برخوردار تم کیا کر رہے ہو؟ یہ طبلے ہم تمہیں اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔

کامریڈ ۹: چچا! ہم یہ سازوسامان یہیں چھوڑ جائیں گے۔ آپ نے ہمیں اپنی خوشی سے طبلوں کا تحفہ دیا ہے اور ہم آپ کو اپنا ہارمونیم اور چمٹا پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کامریڈ ۹: ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں چچا جھنڈو! ہم نے بھی آج سے توبہ کرلی ہے۔

ریشماں: تم نے گانے بجانے سے توبہ کرلی ہے؟

کامریڈ ۹: ہاں!

ریشماں: تم کیا کرو گے؟

کامریڈ ۹: اب ہم رجعت پسندی کی حمایت میں تقریریں کیا کریں گے۔

جھنڈو: وہ کیا ہوتی ہے؟

کامریڈ ۹: رجعت پسند ثقافت کی بدترین دشمن ہے اور اس کا سب سے خطرناک اور مہلک ہتھیار یہ دیسی ساخت کا جُوتا ہے جسے ہم اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔

ریشماں: تمہاری باتیں ہماری سمجھ نہیں آتیں۔ لیکن سچ کہو تم گانے بجانے کے بغیر گزارا کرسکو گے؟

کامریڈ ۹: کاش! میں تمہاری یہ غلط فہمی دُور کرسکتا کہ گانا بجانا ہمارا پیشہ ہے۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آئے گا لیکن میں قسم کھا کر کہنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر میں ہر ہفتے ایک ڈھول خرید کر پھاڑ ڈالوں یا ہر مہینے ایک ہارمونیم خرید کر توڑ ڈالوں تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

جھنڈو: اگر تم اتنے آسودہ حال ہو تو اس طرح مارے مارے کیوں پھرتے ہو؟

کامریڈ ۹: یہ ایک ایسا راز ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔

جھنڈو: تمہاری کوئی بات بھی تو ایسی نہیں جو میری سمجھ میں آسکے۔ لیکن میں

اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تم بھُوکے نہیں مروگے۔

کامریڈ ۹: میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔آپ کو یقین ہے کہ ریشماں اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے گی۔

جھنڈو: کون سے فیصلے پر؟

کامریڈ ۹: میرا مطلب ہے کہ ریشماں ایک فن کار ہے اور یہ آزادی کے دن دیکھ چکی ہے۔اب اُس نے اَچانک رمضان کے ساتھ گم نامی اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اُس کی قید میں اس کے تمام حوصلے اور ولولے سرد ہو کر رہ جائیں گے۔

جھنڈو: برخوردار! ہر لڑکی کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب اُسے شوہر کے گھر کی قید آزادی کے مقابلے میں زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔

کامریڈ ۹: لیکن چچا! یہ ضروری نہیں کہ ہر شوہر اتنا رجعت پسند ہو کہ بیوی آزادی کے ساتھ سانس بھی نہ لے سکے۔اگر آپ جلد بازی سے کام نہ لیتے تو ممکن تھا کہ ریشماں کو کوئی بہتر ساتھی تلاش کرنے کا موقع مل جاتا۔

جھنڈو: تمہارے خیال میں بہتر ساتھی کی پہچان کیا ہے؟

کامریڈ۹: میرے خیال میں ریشماں کے لیے بہتر ساتھی ایک ایسا نوجوان ہو سکتا ہے جو اُس کے دل کی دھڑکن سُن سکتا ہو۔اُس کی آزادی کا احترام کرتا ہو۔جسے ناچ اور گانے کے فن میں اُس کے کمالات دیکھ کر رُوحانی خوشی محسوس ہوتی ہو۔میرا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ریشماں کو اُس کے آرٹ کے قدردانوں کی محفل میں ہنستے کھیلتے دیکھے تو جل بھُن کر کباب نہ ہو جائے اور جب ریشماں کسی ثقافتی شو میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کرنے کے بعد گھر واپس آئے تو وہ اس قسم کے سوالات کی بوچھاڑ نہ کر دے کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ کس قماش کے لوگ جمع تھے؟ یہ نئی گھڑی تم نے کہاں سے لی ہے؟ تم کس کی موٹر میں بیٹھ کر گھر آئی ہو؟

ریشماں: تم صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ میرا شوہر بالکل اُلّو ہونا چاہیے۔

کامریڈ۹: ارے آپ ناراض ہو گئیں؟

ریشماں: مجھے تم سے نفرت ہے (منہ پھیر لیتی ہے **کامریڈ ۱۰** کمرے سے نمودار ہوتا ہے۔)

کامریڈ ۱۰: بھئی اب چلو!

جھنڈو: نہیں برخوردار! تھوڑی دیر انتظار کرو۔رمضان تمہارے لیے مٹھائی لینے گیا ہے۔

کامریڈ ۱۰: نہیں نہیں ہمیں دیر ہو رہی ہے (اپنی سائیکل پکڑتے ہوئے) چلو کامریڈ!

جھنڈو: بہت اچھا۔تمہاری مرضی! (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔**کامریڈ ۹** بھی اپنی سائیکل پکڑ لیتا ہے۔)

کامریڈ ۱۰: (ریشماں سے) کامریڈ ریشماں! خدا حافظ۔(ریشماں گھور کر اُس کی طرف دیکھتی ہے۔لیکن کوئی جواب نہیں دیتی۔**کامریڈ ۱۰** کھسیانا ہو کر جھنڈو کی طرف دیکھتا ہے۔)

کامریڈ ۹: چلو کامریڈ!

(**کامریڈ ۹** اور **کامریڈ ۱۰** چل پڑتے ہیں اور جھنڈو اُن کے ساتھ صحن سے باہر نکلتا ہے۔گلی میں جھنڈو یکے بعد دیگرے اُن کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔

جھنڈو: (**کامریڈ ۹** سے مخاطب ہو کر) برخوردار! میں اب تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔میں ایک غریب آدمی ہوں اور یہاں میری کوئی عزت نہیں۔اگر میں ریشماں کے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فیصلہ بھی کر دیتا تو یہاں مجھے طعنہ دینے والا کوئی نہ تھا لیکن میں ایک باپ ہوں اور ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی اَولاد عزت کی زندگی بسر کرے۔رمضان کے متعلق یہ اطمینان تھا کہ وہ ریشماں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔لیکن ریشماں کو اُس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ تھا۔جب میں نے تمہیں سڑک پر دیکھا تھا تو مجھے یہ خیال تھا کہ شاید اب ریشماں کے لیے اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ریشماں کے خیالات مجھے معلوم تھے۔وہ چند سینما دیکھنے کے بعد کافی بے وقوف بن گئی تھی۔وہ بہت ضدی ہے اور مجھے ڈر تھا کہ اگر تم اسے ورغلانے میں کامیاب ہو گئے تو میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔

کامریڈ ۹: چچا جھنڈو! اگر آپ ہمیں اس قدر ذلیل سمجھتے تھے تو ہمیں اپنے گھر کیوں لائے تھے؟

جھنڈو: اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مجھے رمضان کے متعلق بھی یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔وہ چھ ماہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمارے ساتھ پھر رہا ہے لیکن ریشماں کے متعلق اُس نے کبھی کھُل کر کوئی بات نہیں کی۔جب وہ تمہیں دیکھ کر پریشان ہوا تھا تو مجھے یہ خیال آیا تھا کہ شاید اب وہ کھل کر بات کرنے پر مجبور ہو جائے۔تمہیں اپنے گھر لے جانے کی دوسری وجہ تھی کہ مجھے اس بات کا

سولہ آنے یقین تھا کہ تم کوئی واہیات حرکت کر بیٹھو گے اور یہ معاملہ خود بہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔

کامریڈ ۹: میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کوئی واہیات حرکت نہیں کی۔

جھنڈو: برخوردار! میں نے رات کے وقت تمہاری ساری باتیں سُنی تھیں۔

کامریڈ ۹: اور آپ کو معلوم تھا کہ رمضان بھی صحن میں کھڑا ہماری باتیں سُن رہا ہے؟

جھنڈو: ہاں! مجھے یقین تھا کہ وہ گھر نہیں جائے گا۔

کامریڈ۹: ریشماں کو بھی یہ معلوم تھا کہ وہ باہر کھڑا ہے؟

جھنڈو: ہرگز نہیں۔

کامریڈ۱: اچھا چچا جھنڈو! یہ تو بتائیے کہ میرے ساتھی نے کون سی واہیات بات کی تھی؟

جھنڈو: تمہارا ساتھی تمہیں جو کہانی سُنا رہا تھا وہ ساری کی ساری واہیات تھی۔ اگر اُسے ریشماں کے خیالات سے تھوڑی بہت واقفیت ہوتی تو اُسے یہ کہنا چاہیے تھا کہ وہ عاشق نوجوان لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور اسے یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے کچّھن اچھے نہیں لگتے، اس کے گلے میں رسّا ڈالو۔ ورنہ میں اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں اُسے دو وقت کی رُوکھی سوکھی روٹی اور کپڑا دے سکتا ہوں اور میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ یہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے گی، چرخہ کاتے گی اور جھاڑو کرے گی۔

کامریڈ ۹: اور تم اس بات پر خوش ہو جاتے؟

جھنڈو: مجھے کیا خوش ہونا تھا۔ میں نے تو تمہیں دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ریشماں کے لیے موزوں نہیں ہو لیکن اگر تم اس قسم کی باتیں کرتے تو ریشماں یقیناً بے وقوف بن جاتی۔ برخوردار! میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔

کامریڈ ۹: چچا جھنڈو! تم نے ایک آرٹسٹ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ تم بہت رجعت پسند ہو۔

جھنڈو: (ہنستے ہوئے) اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں تو تم غلطی پر ہو۔ میں اپنے وقت میں تم دونوں سے زیادہ بے وقوف تھا۔ میں نے تمام وہ کام کیے ہیں جو تم کرنا چاہتے ہو۔ (قہقہہ لگاتا ہے)

(**کامریڈ۹** اور **کامریڈ۱** بدحواس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر جلدی سے اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلتے ہیں۔ جھنڈو کچھ دیر توقّف کے بعد داخل ہوتا ہے اور ریشماں، جو دروازے کے ساتھ کھڑی ہے بھاگ کر کھاٹ پر جا بیٹھتی ہے۔)

جھنڈو: ریشماں! خدا کا شکر ہے کہ تمہیں جلد ہی سمجھ آ گئی۔ وہ تو بالکل اُلّو تھے۔

ریشماں: بابا! وہ اپنا سامان یہاں کیوں چھوڑ گئے ہیں؟

جھنڈو: بیٹی! یہ ایک ایسی بات ہے جو ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔

ریشماں: بابا! وہ کوئی شرارت تو نہیں کریں گے ہمارے ساتھ؟

جھنڈو: شرارت! وہ کیا شرارت کر سکتے ہیں۔ ہم نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟

ریشماں: بابا! ہم اُن کا سامان اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے۔

(رمضان کاغذ میں مٹھائی لیے داخل ہوتا ہے۔)

رمضان: وہ کہاں گئے؟

جھنڈو: بیٹا! وہ چلے گئے۔

رمضان: لیکن ان کا سامان یہاں پڑا ہے۔

جھنڈو: وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس سامان کی ضرورت نہیں۔

رمضان: یہ اُن کی بدمعاشی ہے چچا! وہ اپنا سامان لینے کے بہانے دوبارہ یہاں آ کر آپ کو پریشان کریں گے۔

جھنڈو: بیٹا! تم اطمینان رکھو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔

رمضان: تو پھر یہ سامان چوری کا ہوگا۔ یہ لوگ یقیناً ہمیں کسی مصیبت میں پھنسائیں گے۔

جھنڈو: وہ ابھی اڈے پر نہیں پہنچے ہوں گے۔

رمضان: میں ابھی یہ سامان پہنچا کر آتا ہوں۔ (جلدی سے ہارمونیم، طبلے، چمٹا وغیرہ اُٹھا لیتا ہے۔)

رمضان: نہیں چچا! (بھاگتا ہوا باہر نکل جاتا ہے)

(دسواں منظر ختم شُد)

ابن سلطان

زندگی

(اب خضرؑ علامہ اقبال کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے زندگی کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں۔)

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

خضرؑ علامہ سے فرما رہے ہیں کہ حقیقی زندگی فائدہ ونقصان کے تصور سے بہت بلند ہے۔ زندگی کبھی تو طاقت ہمت اور حوصلہ کا نام ہے اور کبھی اپنی جان خدا کے سپرد کر دینے کا نام زندگی ہے۔

تُو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

تو زندگی کو آج و کل کے پیمانے سے نہ ناپ۔ حقیقی زندگی تو مسلسل جدوجہد، عمل و کوشش کا نام ہے جو کہ ہر پل جوان رہتی ہے، اسے فنا نہیں۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

محتاجی کو چھوڑ اور اپنی دنیا آپ پیدا کر کسی کا محتاج نا بن۔ زندگی تخلیق آدم کے راز میں پوشیدہ ہے، زندگی کن فیکون کی فطرت میں پوشیدہ ہے یعنی جو شخص آدمؑ کی تخلیق کے راز سے واقف ہو گیا اور کن فیکون کے نظام کے راز فطرت سے واقف ہو گیا وہی زندگی کے راز کو سمجھ سکتا ہے۔

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پُوچھ
جُوئے شِیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

زندگی کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو پہاڑ کھود کر دودھ کی ندی بہانے والے فرہاد سے پوچھو، وہ بتائے گا کہ بھاری بھرکم پتھروں کو توڑ توڑ کر دودھ کی ندی بہانے کا نام زندگی ہے۔

بندگی میں گھَٹ کے رہ جاتی ہے اک جُوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

زندگی اگر غلامی میں گذاری جائے تو یہ ایک کم پانی والے نہر کے مانند بن جاتی ہے اور اگر زندگی آزاد فضا میں گزاری جائے تو یہ ایک سمندر کے مانند بن جاتی ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔ یعنی غلامی میں زندگی ترقی، عزت و عظمت سے محروم ہو جاتی ہے لیکن آزادی میں وہ ترقی کی بلند منزلوں تک پہنچ جاتی ہے۔

آشکارا ہے یہ اپنی قُوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹّی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

زندگی تو مٹی کے ایک پیکر یعنی جسم میں پوشیدہ ہے لیکن یہ زندگی قوت تسخیر سے نمایاں ہو جاتی ہے، کھل جاتی ہے یعنی جب انسان کائنات کو مسخر کرتا ہے، اشیاء کی حقیقت حال دریافت کر کے اپنی قوت عمل سے ان سے استفادہ کرتا ہے تو اس وقت زندگی کی حقیقت کا راز کھلتا ہے۔

قُلزمِ ہستی سے تُو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

وجود کے سمندر میں تو ایک بلبلے کے مانند ابھرا ہے۔ نقصان کی اس دنیا میں تیرا امتحان ہی زندگی ہے۔ یعنی تیری زندگی بلبلے کے مانند ہے۔ اگر تو نے عمل پیہم اور جہد مسلسل سے اسے مضبوط بنا لیا تو یہی زندگی ہے ورنہ تیری زندگی بلبلے کے مانند فوراً ختم ہو جائے گی۔

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تُو
پُختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو

تو اس وقت تک محض مٹی کا ایک ڈھیر ہے جب تک کہ تو کچا اور کمزور ہے۔ جب تجھ میں پختگی پیدا ہو جائے گی تو تو تلوار بن جائے گا۔ یعنی مصیبت اور دشواریوں سے ڈرنے کے بجائے ان کا مقابلہ کر کے ہی زندگی پختہ ہوتی ہے۔

الفاظ و معانی: آشکار= کھلنا، ظاہر ہونا   قلزم= نہایت گہرا سمندر
ہستی= وجود، قیام، موجودگی   زیاں= نقصان

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

کرونا وائرس کی وجہ سے پورے ملک کو لاک ڈاؤن کر دیا گیا ہے۔ لاک ڈاؤن کب تک چلے گا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس سے سب زیادہ غریب طبقہ متاثر ہوا ہے جو دو وقت کی روٹی محنت مزدوری کر کے جمع کرتا تھا۔ اس کی پریشانی ہر روز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس کے پاس نا تو رہنے کے لیے جگہ ہے اور نا کھانے کے لیے روٹی۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں پورے ملک کے اندر لوگ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق غریبوں کی مدد کر رہے ہیں۔ الحمدللہ اسلامک یوتھ فیڈریشن (IYF) نے بھی پورے ملک میں ریلیف کا کام شروع کیا ہے اور مقامی افراد کے تعاون سے غریبوں کی مدد کر رہی ہے۔

دھلی

دہلی میں شمالی مشرقی حصے میں گزشتہ مہینے 23 فروری سے ہوئے سلسلے وار فسادات کی وجہ سے IYF کے ذریعہ کے ذریعہ متاثرہ طبقوں میں ریلیف کام جاری تھا جو ابھی تک چل رہا ہے۔ اس کے بعد اچانک کرونا وائرس کے نام پر ہوئے لاک ڈاؤن کی وجہ سے بدحال اور بے سہارا عوام کے لیے بھی 31 مارچ سے IYF کے ذریعہ دہلی واطراف میں ریلیف کا کام شروع کیا گیا۔ ابھی تک 126 خاندانوں کو چھوٹی بڑی راشن کٹ کے ساتھ کچھ نقد روپیے بھی دیے گئے ہیں ،جس میں سے تقریباً 20 خاندان ہندو بھائیوں کے بھی ہیں۔ رمضان المبارک میں بھی راشن کٹ تقسیم کرنے کا کام جاری ہے اور ابھی تک 50 سے زائد خاندانوں کو رمضان کٹ دی جا چکی ہے۔

مہاراشٹر

مہاراشٹر کے اندر بھی IYF کے ذریعہ مقامی لوگوں کے تعاون سے مختلف علاقوں میں خدمت خلق کا کام چل رہا ہے۔

جلگاؤں

چھوٹی بڑی کل 275 راشن کٹ مسلم و ہندو ضرورت مندوں میں تقسیم کی گئی۔ رمضان المبارک میں بھی رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام جاری ہے۔

آکولہ

ہندو مسلمان کے درمیان چھوٹی بڑی 100 راشن کٹ تقسیم کی گئی۔ رمضان المبارک میں اب تک 80 رمضان کٹ تقسیم کی جا چکی ہے۔ روزانہ ضرورت مندوں کے لیے افطار کا بھی نظم کیا جاتا ہے۔

ندناپڑ

ناندیڑ میں 45 خاندانوں کے اندر راشن کٹ تقسیم کی گئی اور رمضان کٹ کے تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

مانا

یہاں پر خدمت فاؤنڈیشن کے نام پر IYF کے مقامی ذمہ داروں نے الگ سے ایک شعبہ بنایا ہے جس کے ذریعہ اب تک ہندو مسلم کے درمیان میں چھوٹی بڑی کل 200 راشن کٹ تقسیم کی گئی۔ رمضان المبارک میں اب تک چھوٹی بڑی ۸۰ رمضان کٹ 1 رمضان کو تقسیم کی جا چکی ہے۔ تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری

ہے۔

امراؤتی

120 خاندانوں کے اندر راشن کٹ تقسیم کی گئی اور رمضان کٹ کے تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

اونڈھا

تقریباً 140 خاندانوں تک راشن کٹ پہنچائی گئی۔رمضان المبارک کے مہینے میں رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام جاری ہے۔

پوسد

یہاں پر 350 خاندانوں کے اندر راشن کٹ تقسیم کی گئی اور ابھی بھی سلسلہ جاری ہے۔

ناگپور

یہاں پر IYF کی مقامی ٹیم کی جانب سے تقریباً 47 خاندانوں میں راشن کٹ تقسیم کی گئی اور کچھ لوگوں کو مدد کے لیے نقد روپیے بھی دیے گئے۔ضرورت مند مزدوروں کے قافلہ کو وقفے وقفے سے کھانا کھلا گیا جس میں ہندو مسلم سب شامل ہیں۔رمضان المبارک میں رمضان کٹ تقسیم کا کام جاری ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مقامات مثلاً راویر، ایوت محل، عمر کھیڑ، اردھاپور، ناندیڑ، آکوٹ وغیرہ میں دوسری تنظیموں اور جماعتوں کے ساتھ مل کر خدمت خلق کا کام بھی فیڈریشن کے ساتھی انجام دے رہے ہیں۔

بنگال

بنگال کے اندر بھی بہت سے مقامات پر IYF کے ذریعہ اس لاک ڈاؤن میں ریلیف کا کام کیا گیا جو ابھی تک جاری ہے۔

آسنسول کے اندر تقریباً 500 خاندانوں تک راشن کٹ پہنچائی گئی جس میں ہندو مسلم سب شامل ہیں۔رمضان المبارک میں رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام جاری ہے۔

اتر 24 پرگنہ میں 30 خاندانوں کے اندر راشن کٹ تقسیم کی گئی۔

دکھن 24 پرگنہ میں چھوٹی بڑی راشن کٹ 330 خاندانوں میں تقسیم کی گئی۔رمضان المبارک میں رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام جاری ہے۔

مالدہ کے اندر 350 خاندانوں میں راشن کٹ تقسیم کی جا چکی ہے۔رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام ابھی تک چل رہا ہے۔

مرشدآباد میں بھی 550 خاندانوں کے اندر راشن کٹ تقسیم کی گئی اور رمضان کٹ تقسیم کرنے کا کام ابھی بھی جاری ہے۔

یوپی

اتر پردیش کے مختلف اضلاع؛ لکھنو، فیض آباد، بہرائچ، اعظم گڑھ وغیرہ میں لاک ڈاؤن کے چلتے ضرورت مند خاندانوں کے اندر راشن کٹ پہنچانے کا کام جاری ہے۔مسلم علاقوں میں رمضان کٹ بھی تقسیم کی جا رہی ہے۔

راجستھان

راجستھان کے اندر بھی سوائے مادھوپور اور گنگاپور کے علاقے میں IYF کے ذریعہ ریلیف کا اچھا کام ہوا ہے۔

ان سب کے علاوہ ملک کے دوسرے صوبے کیرلہ، تمل ناڈو، جھارکھنڈ، چھتیس گڑھ اور کرناٹک کے کچھ حصوں میں ریلیف کا کام ابھی تک جاری ہے۔

مصری عالم دین **سیّد قطب شہید** کے ذریعہ زنداں میں کی جانے والی عربی زبان کی مایہ ناز تفسیر

کی اردو ترجمانی اپنی اصل روح کے ساتھ بذریعہ

مولانا سید حامد علیؒ صاحب/مولانا مسیح الزماں فلاحی، ندوی صاحب

"اب ان شاء اللہ بہت جلد صرف 10 یا 11 جلدوں میں مزید آرائش و زیبائش کے ساتھ"

پہلے سے آرڈر بک کرنے پر خصوصی رعایت

- شستہ، شگفتہ اور عام فہم زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر۔
- علمی، فکری اور سائنٹفک تفسیر۔ دعوتی، تربیتی اور انقلابی تفسیر۔ وجدانی اور ادبی تفسیر۔
- کسی قسم کی الجھن اور پیچیدگی کے بغیر مفاہیم قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بہترین تفسیر۔
- اسلامی اجتماعیت کے اصول، طریق کار اور عروج وزوال کے اسباب پر سیر حاصل گفتگو۔
- اسلامی جماعت کے کارکنان کے لیے بہترین مشعل راہ۔
- عمدہ کاغذ، بہترین کتابت وطباعت اور پرکشش ٹائٹل۔

اس انقلاب انگیز تفسیر کا مکمل سیٹ اپنی لائبریری، مسجد اور گھر کے لیے ضرور منگائیں۔

اپنا آرڈر بک کرائیں: موبائل 9899693655

ای میل: gpddelhi2018@gmail.com

Nukushe-E-Rah

RNI Number : MAHURD/2018/7738
Postal Reg No:G/Akl Dn/258/2019-21

Nukush-E-Rah 1st Floor, Opp. Basera Apartment, Subhash Chowk, Akola. 444001

0724-2434333
8266997613
nukusherah@gmail.com